قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

جنوری 1994

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد ۱۵ : جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ بمطابق جنوری سنہ 1994ء شمارہ ۵

فہرست مضامین

۱۔ اداریہ ۳

۲۔ حضرت کا خطاب دار العرفان راولپنڈی دسمبر ۱۹۹۳ء ۴

۳۔ آج کا مسلمان ۱۲

۴۔ مسلمان کا بنیادی عقیدہ ۱۷

۵۔ حق و باطل ۲۷

۶۔ ایک ہی راستہ ۳۳

۷۔ سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا ۳۹

بدل اشتراک

فی پرچہ بارہ روپے

سالانہ : ۱۴۰ روپے

تاحیات : ۲۰۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش

۳۰۰ روپے ۳۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک :

۷۵ سعودی ریال ۳۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ :

۲۰ سٹرلنگ پونڈ ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا :

۳۵ امریکن ڈالر ۲۰۰ امریکن ڈالر

پتہ : ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی - کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور فون : ۸۴۴۹۰۹

ناشر : پروفیسر حافظ عبدالرزاق پرنٹرز : طیب جمال ریٹی گن روڈ لاہور

ماہنامہ المرشد

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجددِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

"اسلام نافذ کرو"

"اسلام کا نفاذ چاہئے"

"اگر ہم بر سراقتدار آ گئے تو اسلام نافذ کر دیں گے"

"ہم اسلام نافذ کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں"

یہ سب جھوٹے مطالبے' جھوٹے نعرے اور جھوٹے وعدے ہیں جو عوام سے لے کر لیڈر و حکمران سب ہی نہایت سخاوت کے ساتھ کرتے ہیں لیکن اس کا جو عملی پہلو ہے کہ اپنی ذات' اپنے وجود پر اسلام کا نفاذ کیا جائے۔ اسے سخت ترین سزا سمجھ کر کوئی نہیں کرتا۔

نفاذ تو دوسرا مرحلہ ہے' اسے سمجھنا پہلا۔ مگر معاشرے کے ہر طبقے میں تلاش کر کے دیکھ لیں شاید ہی چند افراد ایسے مل جائیں جو اسلام کو جاننے' پہچاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں۔ ورنہ مولوی صاحب لاؤڈ سپیکر پر جس اسلام کو بیان فرماتے ہیں۔ تقریباً" سب ہی کے لئے وہی اسلام ہے جسے مسجد کی چار دیواری سے باہر ناقابل عمل سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات ان پڑھ عوام تک محدود نہیں بلکہ مسلمانوں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ' کالج و یونیورسٹی کے پروفیسر جج اور وکلاء' ڈاکٹر اور انجینئرز' سول سروس کے اعلیٰ افسر اور فوج کے جنرل تک سب یہی سوچ رکھتے ہیں۔ سب کے ذہن پر ایک خوف طاری ہے کہ اسلام کو سمجھنے اور اپنانے کے لئے ان کو مسجد کے مولوی صاحب والی وردی پہننا پڑے گی اور اس جیسی حالت بنانا پڑے گی۔ یہ بات کسی باشعور شخص کو قبول نہیں اور نہ ہی قبول ہونا چاہئے۔

یاد رکھئے! اسلام ہر نسل انسانی کے لئے ہے' سطح زمین کے ہر خطے پر رہنے والوں کے لئے ہے' دنیا کی کوئی بھی زبان بولنے والے کے لئے ہے' ہر مرد و عورت کے لئے ہے۔ اسلام کسی مخصوص لباس یا مخصوص طبقے کے معاشرتی طور طریقوں اور سوچ و فکر کے ساتھ وابستہ نہیں۔

اس کے نفاذ کی ابتدا ایوان حکومت سے نہیں' ہر مرد و عورت کے اپنے وجود سے ہوتی ہے۔ اپنے ذہن و قلب سے ہوتی ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ اسے سمجھنا ہے۔ اس کے لئے سکالر بننے کی شرط نہیں' سکول یا کالج جانے کی ضرورت نہیں۔ ابتدا نہایت آسان ہے۔ صبح آنکھ کھلتے ہی کلمہ پڑھیے۔ چار پانچ مرتبہ اللہ کو خاموشی کے ساتھ دل میں یاد کیجئے۔ ضروریات سے فارغ ہو کر ایک' بے شک چھوٹی سے چھوٹی آیت قرآن سے تلاوت کریں اور اس کا ترجمہ غور سے پڑھیں۔ اگلے چوبیس گھنٹوں میں کسی ایک آدھ لمحے میں اس آیت کے ترجمے پر غور کر لیں۔ اس عمل کو روز مرہ کا معمول بنا لیں۔ آگے اسلام کو سمجھنے کی توفیق دینا اسی ہستی کے ذمہ ہے جس نے اسلام دیا ہے۔

تاج رحیم

حضرتؒ کا خطاب دار العرفان راولپنڈی

۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء

ان الذین عند اللہ اسلام اللہ کریم کا احسان ہے الیکشن کے ہنگامے ختم ہوئے اور ایک حکومت تشکیل پا گئی کم از کم یہ تو ہوا اللہ انہیں توفیق دے اور ملک کا جو آئین ہے وہ غلط ہے یا صحیح وہ مشرقی ہے یا مغربی وہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی اس بحث کو چھوڑ دیں لیکن جو موجود ہے اس پہ کم از کم اللہ انہیں عمل کرنے کی توفیق دے اور اس میں جو حقوق عام آدمی کے ہیں کم از کم وہ تو اسے حاصل ہوں اور یوں یہ پانچ سال سکون سے گذریں اور کسی کو سوچنے سمجھنے کا موقع ملے۔

ہمارے اجلاس اور جلسے اور کنونشن بھی ہوتے رہے اور ہم نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا جو عامتہ الناس کی نگاہ میں صوفیوں کے مزاج کے بالکل برعکس یا ان کے دائرہ کار سے بالکل باہر ہے۔

الاخوان تشکیل دی اور ہمارے جلسے ہمارے کنونشن بھی سی ہنگامے میں چلتے رہے میرا خیال ہے عام آدمی نے انہیں اسی الیکشن کا ایک حصہ ہی سمجھا ہو گا اس کا کیا فائدہ یا کیا نقصان ہوا اس سے بحث نہیں ہے اس وقت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اب بہت سے ساتھیوں میں بھی ایک سوال حل طلب ہے جس کا جواب ان کے اپنے پاس نہیں کہ آخر ہم یہ ذکر اذکار کی محفلیں اور یہ اچھا ایک خوبصورت سا راستہ چھوڑ کر اس طرف کیوں چلیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں ہماری جو اصل اساس ہے وہ بھی گم ہو جائے کچھ یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے ہم سے پہلے چلنے والے مذہبی جماعتیں بنا کر سیاسیات میں آئے وہ بیشتر تائب ہو چکے ہیں اور کوئی ایک آدھ جو باقی ہے وہ بھی اس تیاری میں ہے کہ یا مذہب سے توبہ کرے یا سیاست سے توبہ کرے۔

صورتحال ہی کچھ ایسی ہے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جماعت بنائی اور وہ ناک آؤٹ ہو گئے طاہر القادری صاحب نے بنائی ناک آؤٹ ہو گئے۔ اسلامی فرنٹ بنا پبلکی تو وہ ناک آؤٹ ہو چکا ہے اب خود وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں یہ الگ بات ہے لیکن لوگوں کی طرف سے وہ ناک آؤٹ ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ صرف ناک آؤٹ نہیں ہوئے ان کا جو دینی تشخص تھا سب حضرات یا ان سب جماعتوں کا جی یو آئی ہو یا جے یو پی جو دینی تشخص تھا وہ بھی مجروح ہوا یعنی اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی میر تقی میر نے کہا تھا کہ

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

کہ پہلے لوگ شاہ جی شاہ جی کرتے تھے وہ بھی گیا تو یہی حال ہماری دینی جماعتوں کا ہوا ہے اس سارے عبرت نامے کو دیکھتے ہیں سمجھتے ہوئے آخر ہم یہ مصیبت مول کیوں لے رہے ہیں تو خوب سمجھ لیجئے کیونکہ آپ کو جواب دینے پڑتے ہیں ہم اپنے طریقے کار میں اپنے مسلک میں آج بھی وہیں موجود ہیں ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تمام سیاسی جماعتوں میں اور ہمارے اقدام میں ایک بنیادی فرق ہے ہر سیاسی جماعت خواہ وہ پیپلزپارٹی ہو' مسلم لیگ ہو' اسلامی فرنٹ ہو یا دوسری کوئی اسلامی جماعت جے یو آئی یا جے یو پی ہو۔ تمام سیاسی جماعتوں کا ٹارگٹ اقتدار ہے۔ مقصد حصول اقتدار ہے اس کے بعد ان کے پروگرام ہیں میدان میں جب جاتے ہیں تو ان کی بات یہ ہے کہ آپ ہمیں اقتدار میں

لائیے ہمیں ووٹ دیجئے ہمیں حکومت دیجئے ملک ہمارے سپرد کیجئے ہم اس کو اسلامی قانون دیں گے۔

یا دوسری جو جماعتیں ہیں جو مذہبی نہیں ہیں وہ اپنا منشور دیتی ہیں کہ ہم ملک کو یہ دیں گے وہ دیں گے' یہ کریں گے۔ ہم اس سب سے ہٹ کر الگ ہیں ہم اقتدار نہیں چاہتے ہماری لڑائی ہمارے اقتدار کے لیے نہیں ہے ہماری لڑائی یہ ہے کہ یہ ملک اللہ کے اللہ کے رسولؐ کے اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے دینؐ کے نام پر حاصل کیا گیا اس میں دین ہی کو غالب ہونا چاہیے اگر کوئی حکمران پارٹی ہماری یہ بات قبول کر لیتی ہے اور وہ دینی کام شروع کر دیتی ہے الحمد اللہ ہم اس کے ساتھ اس کی خدمت کے طور پر اس کے معاون چھوڑ کر اس کے سپاہی بن کر کام کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہماری منزل اقتدار نہیں ہے ہماری منزل یہ ہے کہ یہ ملک اللہ ﷻ دیا ہے اور ہم نے اللہ سے وعدے پر لیا ہے کہ یہاں تیرے ماننے والے تیرے دین کے مطابق زندگی گذاریں گے لیکن نصف صدی ہونے کو آئی ہے اور اس ملک کے نصیب میں یہ ہے یا ہم اس کو جو دیتے ہیں یہ مسلمانوں کے پاس ایک تکیہ کلام ہے کہ جب کوئی خطا ہوتی ہے تو قسمت کے سر تھوپ دی جاتی ہے جب کوئی اچھا کام ہوتا ہے تو وہ خود کرتے ہیں۔

بات بن جائے تو شان یہ تدبیر کی ہے
اور بگڑ جائے تو خطا کاتب تقدیر کی ہے

کوئی کام اچھا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ میری تدبیر سے یا میری عقل مندی سے ہوا خراب ہو جائے تو کاتب تقدیر کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے ہم جو کچھ اس ملک کے ساتھ کر رہے ہیں وہ بڑا ہی عجیب ہے یعنی آپ دیکھئے ہم نے اسے اسلام کی بجائے جمہوریت دی۔

جمہوریت کیا ہے؟ اہل مغرب نے جب اسلامی عروج دیکھا تو وہ سر جوڑ کر بیٹھے کے آخر یہ مٹھی بھر لوگ صحرا سے اٹھ کر روئے زمین پر چھا گئے کیسے؟ کوئی بات تو ہو گی اس میں انہیں جو خوبصورت انداز قوموں کے پنپنے کے قوموں کے عروج کے قوموں کے اقتدار میں آنے کے' قوموں کے طاقت بننے کے نظر آئے اسے انہوں نے اسلام کے نام پر نہیں اپنایا۔ ان باتوں کو لے کر اس میں کچھ اپنی ملا کر اس کا نام جمہوریت رکھا یہ جمہوریت کہاں تھی اسلام سے پہلے بنیادی یہ باتیں اسلام سے لیں انہوں نے اس کے ساتھ اپنا جو گند ان سے نہیں چھوٹ سکتا تھا اسے جمع کیا اور اس کا نام جمہوریت رکھ دیا ہم نے ملک لیا دین کے نام پر اب ہم اسے جمہوریت چھوڑنے کو لگے ہوئے ہیں سیاست دان جمہوریت کہتا ہے پیر صاحب جمہوریت کہتے ہیں مولانا جمہوریت کہتے ہیں ہر شخص جمہوریت جمہوریت لگا ہوا ہے جمہوریت کے بغیر نہیں رہ سکتا بھئی یہ کہاں سے لی آپ نے اس کی بیس (BASE) کیا ہے اس کی بیک گراؤنڈ کیا ہے اس کی تاریخ کیا ہے کب بنی کہاں بنی اس کی اساس کہاں سے لی گئی اس میں ملایا کیا گیا ہے یہ کوئی نہیں پوچھتا۔

اب اس جمہوریت نے ہمیں کیا دیا یہ کہ اقلیوں کو سیٹیں دی جائیں پاکستان میں عیسائیوں کی بھی سیٹ ہے اور قادیانیوں کی بھی سیٹ ہے اقلیت کے اعتبار سے لیکن عیسائی ملکوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں اقلیت کی کتنی سیٹیں ہیں پارلیمنٹ میں کوئی بھی نہیں وہ کہتے ہیں کوئی پابندی نہیں تم بھی کھڑے ہو جاؤ لوگ تمہیں ووٹ دیتے ہیں تو آ جاؤ پارلیمنٹ میں کون دے گا ووٹ اسے وہاں جب اقلیت کی سیٹ آپ الگ کر دیتے ہیں دو یا تین یا چار تو اس پر اقلیت والا ہی آئے گا خواہ اس کے پاس دس ووٹ ہیں یا پچاس لیکن ملک گیر (Countrywide) اگر اسے لڑنا پڑے تو بھلا بتائیے یہاں چوڑے کتنے ووٹ لے کر ممبر پارلیمنٹ بن جائیں گے تو جب امریکہ میں برطانیہ میں فرانس میں ہالینڈ میں جرمنی میں یورپ کے سارے ملکوں میں سارے سکنڈ نیویا میں کوئی اقلیتی سیٹ مسلمانوں کی نہیں ہے تو یہاں کونسا سر میں درد ہے کہ اقلیت کے لیے سیٹیں ہیں۔

اسلامی اعتبار سے ہمارے پاس اب بڑے عرصے سے ایران کی سلطنت ہے۔ ایک ملک ہے' ایک حکومت ہے اور ایک خاص مکتبہ فکر کی مذہبی ریاست ہے اکثریت شیعہ حضرات کی ہے وہاں سنی بھی بستے ہیں۔ سنیوں کو کتنے حقوق حاصل ہیں اور وہاں ایڈمنسٹریشن میں کتنے سنی ہیں پورے ایران میں سنیوں کو ایک مسجد بنانے کی اجازت نہیں ہے آپ کا پاکستانی سفارتخانہ جو تہران میں ہے آج سے دو سال پہلے تو مجھے پتہ ہے کہ انہوں نے التجا (Request) کی تھی کہ ہمیں سفارتخانے کی عمارت کے اندر مسجد بنانے کی اجازت دی جائے وہ مسترد (Reject) ہو گئی تھی کہ نہیں اس کے بعد کا مجھے نہیں پتہ واللہ عالم میں منبر پر بیٹھا ہوں لیکن آج سے دو سال پہلے کا مجھے پتہ ہے کہ انہوں نے سفارتخانے کی دیوار کے اندر مسجد بنانے کی درخواست کی تھی جو رد ہو گئی انہوں نے کہا کہ جناب جو شہر میں مسجدیں ہیں وہیں جا کر آپ بھی پڑھیں امام جو ہیں وہ شیعہ ہوں گے جس کا جی چاہے نماز پڑھتا رہے اب کوئی اہلحدیث ہے یا سنی ہے دیو بندی ہے۔ بریلوی ہے ہاتھ بندھتا ہے یا ہاتھ کھولتا ہے اگر اس مسجد میں نماز پڑھنی ہے تو وہ شیعہ امام کے پیچھے پڑھے گا یہاں فوج میں کوئی سنی نہیں ہے پولیس میں کوئی سنی نہیں ہے انتظامیہ میں کوئی سنی نہیں ہے ممبر بنا یا حکومت میں جانا تو دور کی بات ہے یہاں ڈھائی فیصد آبادی سے شیعہ کی اور حکومت ہی شیعہ کی ہے ڈھائی فیصد آبادی ہے کل اور ملک آپ نے ان لوگوں کو دے رکھا ہے جو آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ابوبکرؓ کو مسلمان مانتے ہو عمرؓ بھی مسلمان تھا یعنی اپنے نفاذ اسلام کے لیے ملک کو ان ہاتھوں میں دیا ہے جو کہتے ہیں کہ دنیا میں معاذ اللہ بدکار ترین خواتین وہ تھیں جو نبیؐ کی بیویاں تھیں نبیؐ کی بیٹیاں اس کی بیٹیاں نہیں جو کافروں کی بیٹیاں تھیں قرآن اصل جو ہے وہ غار میں پڑا ہے تم نے تو خواہ مخواہ ایک کتاب میں کمی بیشی کر کے اسے قرآن کا نام دے رکھا ہے وہ جن کا غسل جن کا جنازہ جن کا نکاح جن کی طلاق جن کا حلال جن کا حرام جن کی جائیداد جن کی وراثت جن کا خدا جن کا رسول آپ کے ساتھ نہیں ملتا ملک تو آپ نے ان کو دے رکھا ہے۔

اب دعا مانگتے ہیں "یا اللہ اس ملک پر اسلام نافذ کر" یار خدا سے تو حیا کرو جس بندے کو زہر کھلاتے ہو اس کی زندگی کی دعا کرتے ہو کم از کم اللہ سے تو شرم کرو وہ تو جانتا ہے کہ اس بیمار کو تم نے زہر دے دیا ہے ایک ڈاکٹر اپنے مریض کو زہر کا ٹیکہ لگا دے دنیا والوں سے اس نے چھپا لیا خدا سے دعا نہ کرے یا اللہ اسے لمبی عمر دے خدا سے تو کہے کہ میں نے جو کیا ہے لوگوں پر ظاہر نہ کر یہ تو ایک بات بنتی ہے درازئی عمر کی دعا تو قدرت کے ساتھ مذاق ہے۔

کتنی عجیب بات ہے ۔ عیسائی ممالک بھی موجود ہیں ہمارے پاس شیعہ سلطنت بھی موجود ہے جو حقوق شیعہ ریاست میں سنیوں کے ہیں وہ یہاں شیعوں کے ہونے چاہیں جو عیسائی ریاستوں میں مسلمانوں کے ہیں وہ یہاں عیسائیوں کے ہونے چاہیں اس میں کیا حرج ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن یہاں حساب یہ ہے کہ کسی مسجد میں کسی نے نماز پڑھی تو امام نے سورہ فاتحہ تک غلط پڑھی تو اس نے نماز کے بعد لوگوں سے کہا کہ اچھے شریف آدمی ہو اس آدمی کو تو نماز پڑھنا نہیں آتا اپنی نہیں پڑھ سکتا تو آپ نے اسے آگے کھڑا کر دیا ہے انہوں نے کہا بھئی مجبوری ہے پیچھے ہوتا تھا تو جوتے چرا لیتا تا ہم نے کہا اسے آگے کھڑا کرو یہ لوگوں سے پہلے نماز ختم کر کے جاتا تھا اور کسی نہ کسی کا جوتا لے جاتا تھا ہم نے آگے کھڑا کر دیا یہاں یہ ہوتا ہے کہ رانا چندر سنگھ باز نہیں آتا چرس کی سمگلنگ سے اور ہیروئن بیچنے سے اسے نارکوٹکس کا وزیر بنا دیا یعنی حکومت کی تدبیر یہ کہ جو بندہ نشہ بیچنے اور ڈرگ ٹریفکنگ سے باز نہیں آتا اسے آپ نارکوٹکس کا منسٹر بنا دیں۔

اب اس ساری صورت حال میں اسلام کیا ہے ان الدین عند اللہ سلام اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے دین کیا ہوتا ہے؟ دین کا ترجمہ مذہب بھی کیا جاتا ہے دین اور مذہب کیا ہے وہ

تہذیب یا وہ طرز حیات یا آپ کا وہ طرز فکر و عمل اگر اسے آپ ثواب یا نیکی یا آخرت کی بھلائی کا ذریعہ بھی سمجھتے ہوں تو وہی طرز فکر طرز عمل دین کہلائے گا یعنی اس میں جب آپ ایک تقدس کا رنگ لے آتے ہیں تو وہ آپ کا دین ہے اب وہ باطل ہے یا حق ہے یہ الگ بات ہے لیکن دین صرف عبادات صرف عقیدت کا نام نہیں ہے دین آپ کے فکر و عمل کے مجموعے کا نام ہے کہ آپ سوچتے کیا ہے۔ آپ کرتے کیا ہیں۔ اس میں دونوں شعبے ہیں' عبادات کا بھی ہے اور عملی زندگی کا بھی ہے۔

عبادات کا حاصل کیا ہے؟ ہر فرد ذاتی طور پر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر اللہ کے ساتھ جو اپنی Relationship ہے اسے مضبوط کرتا ہے اپنے تعلق کو زندہ کرتا ہے اپنے اللہ کی عظمت بیان کرکے اپنے بندے ہونے کا ثبوت دیتا ہے یہ معاملہ ہے اس فرد اور اس کے رب کے درمیان عبادت سے فارغ ہوتا ہے تو پھر رب کے بندوں کے درمیان جاتا ہے تو پھر معاملہ ہے اس کے اور اللہ کے بندوں کے درمیان اب یہ معاملہ اس سے زیادہ اہم ہے اللہ کی اگر ہم عبادت میں کمی کریں گے تو اس کی شان میں کمی نہیں ہو گی لیکن بندے کے حقوق میں کمی کریں گے تو وہ ہماری طرح محتاج ہے اسے تکلیف ہو گی ایذا پہنچے گی لہٰذا اسلام نے یہ برملا کہہ دیا اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں اپنے حقوق کو معاف کر دوں گا جو بندوں کے حقوق کا اتلاف ہو گا وہ میدان حشر میں انہیں سے معاف کرانے پڑیں گے اگر وہ معاف نہیں کریں گے تو تمہاری نیکیاں اس کے بدلے میں انہیں دے دوں گا اگر وہ بھی کم ہوئیں س کے گناہ میں تم پر لاد دوں گا انصاف ہو گا کسی بھی صورت میں اس کی تکمیل کی جائے گی۔

اب یہ جو ہمارا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لائحہ عمل دیا صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی اور ہر ایک کے ہر باڈی سیل کو ذاکر بنا دیا۔ ثم تلین قلوبھم وجلودھم الی ذکر اللہ ایک نگاہ سے کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر باڈی سیل ان کا ذاکر ہو گیا تربیت کے بعد انہیں اصلاحی ریاست بنانے کا حکم دیا اس ریاست کے دفاع کا حکم دیا خود بنفس نفیس اس دفاع میں شرکت فرمائی اپنے عزاء و اقارب اپنے خادم اپنے دوست اپنے جگر گوشے قربان کئے اپنی ذات مبارک کو زخمی کروایا اپنے دندان مبارک کو شہید کروایا اور اپنا خون اطہر اس زمین کو دیا جسے اسلامی ریاست بنایا دس سالہ مدنی زندگی میں چوراسی جنگیں ہیں یعنی چوراسی غزوات و سرایہ ہیں۔ غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس کی قیادت بنفس نفیس رسول صلعم نے فرمائی سریہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں خود تشریف نہیں لے گئے لیکن کسی خادم کو قائد بنا کر اپنی ہدایات کے ساتھ لڑایا حضور نے ہی یعنی غزوہ اور سرایہ وہ جنگیں ہیں جو حضورؐ نے لڑوائیں غزوہ وہ جنگ ہے جس میں بنفس نفیس قیادت بھی فرمائی سریہ وہ ہے جس میں دوسرے کو کمانڈر بنا کر اور اسے احکام و ہدایات دے کر کہ اس اس طرح کرنا ہے بھیج دیا تو یہ چوراسی بنتے ہیں اور وہ شعور دیا مسلمانوں کو کہ عبادات کے وقت رب کریم نے حکم دیا کہ میدان کار زار میں نماز کے وقت ایک امام ہو جائے اور آدھے اس کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہو جاؤ آدھے لڑتے رہو اور دو رکعت یہ پڑھ چکیں تو یہ دو رکعت پر سلام پھیر کر لڑائی پہ چلے جائیں جو لڑ رہے ہیں وہ امام کے پیچھے آ جائیں بقیہ دو رکعت وہ اس کے ساتھ پڑھ لیں۔ دونوں دو دو رکعت پڑھ لو چار کی دو پڑھ لو با جماعت پڑھو میدان کار زار میں پڑھو ذکر کے لیے بھی حکم دیا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا مقابلہ آ جائے تو جم کر لڑو مسلمان کے لیے فتح ہی فتح ہے شہید ہو گیا تو بھی فاتح ہے فتح پا گیا تو بھی دو میں سے ایک فتح تمہاری ہے شکست تمہاری نہیں یا میدان جیت لو گے یا جان ہار دو گے جان ہارنا بھی فتح ہے تمہارا اور میدان جیتنا بھی فتح ہے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن واذکروا اللہ کثیرا لیکن اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تلوار چلاتے رہو گولی چلاتے رہو گولیاں کھاتے رہو میدان کار زار میں رہو نماز کے وقت نماز پڑھو

اور ذکر مسلسل کرتے رہو اور کام بھی کرتے رہو۔

یہی طرز عمل اہل تصوف کا چودہ صدیوں میں گواہ ہے کہ کسی صوفی نے سلطنت لینے کی کوشش نہیں کی حکومت چھیننے کی کوشش نہیں کی اقتدار کا لالچ نہیں کیا لیکن جب بھی عامتہ الناس سے سیاست دانوں سے دانشوروں سے اور بالخصوص علماء سے بھی جب بات بڑھ گئی تو پوری اسلامی تاریخ میں آپ دیکھ لیجئے کہ انقلاب صوفیوں نے ہی پیدا کیا حکومت انہوں نے اپنے خادموں کو دی حکومت انہوں نے اپنے تربیت یافتہ لوگوں کو دی اقتدار پر نہیں بیٹھے حکومت کا لالچ نہیں کیا۔ لیکن انقلاب آفریں یہی لوگ ہوتے ہیں جو سب سے آخر میں میدان میں آتے ہیں۔ اور انہیں آنا پڑتا ہے اس لیے کہ دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور جب یہ مجروح ہوتا آپ نے دیکھا جہاد کا قاعدہ یہ ہے کہ جب جہاد ایک جگہ شروع ہوتا ہے ان لوگوں پہ فرض عین ہے فرض کفایہ نہیں ہے لیکن اگر وہاں کے جمعیت لڑائی کے لیے کافی ہو جائے تو پھر دوسروں کے لیے فرض کفایہ ہو جاتا ہے کہ اگر وہ شامل ہوں تو بہتر ہے نہ ہوں تو خیر ہے اگر وہ پورا ملک اس قابل نہیں ہے تو ساتھ کے مسلمان ملک پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی مدد کو آئے اگر ان کے سمیت بھی نہیں لڑ سکتے تو پھر اگلے والوں پر فرض ہو جاتا ہے اس طرح چلتے چلتے پوری مسلم دنیا پر فرض ہو جاتا ہے اور اگر وہ سارے کفائت نہیں کر رہے تو وہ فرض عین ہے فرض کفایہ تب جا کر بنتا ہے جب کوئی جماعت اس پر قابو پا لے کفر کی طاغوتی طاقت کو روک لے اور اس سے بات نہ بڑھے تو جو بعد میں ہیں ان کے لیے فرض کفایہ ہے ورنہ فرض عین ہے۔

تو اب یہ بات بڑھتے بڑھتے سیاستدانوں سے دانشوروں سے شعراء سے علماء سے اہل علم سے بھی بڑھ کر اب سوائے صوفیوں کے کوئی شخص میدان میں کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہے ہمیں شوق نہیں ہے اپنی ذمہ داریاں بڑھانے کا اس لیے کہ ہمیں اس سے نہ کسی مالی منفعت کی ضرورت ہے اور نہ اقتدار کی ہماری تو بڑی سادہ سی بات ہے کہ جو لوگ اقتدار میں ہیں وہ بھی اگر مسلمان ہیں تو توبہ کریں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اپنے عقائد کی اصلاح کریں اپنے کردار کی اصلاح کریں اور یہ اسلامی ریاست ہے اسے اسلامی آئین دیں ہم ان کے خادم ہیں جھگڑا ختم ہو گیا اور اگر نہیں تو کم از کم صوفی اسلام پر سمجھوتہ نہیں کرتا کم از کم وہ بندہ جس کا قلب ذاکر ہے جس کا خون ذاکر ہے جو حلال کھانے کے لیے دن بھر جدوجہد کرتا ہے جو احیاء اسلام کے لیے زندگی وقف کئے ہوئے ہے وہ پھر اسلام پر سمجھوتہ کر سکتا ہی نہیں اگر کرے گا تو اس کی عبادات اس کے اذکار اس کی تہجد اس کے روزے بارگاہ الوہیت میں قبول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ ساری تربیت اس لیے ہے کہ وہ بندہ اللہ کا بندہ بن کر باطل اور طاغوتی طاقتوں کو روک سکے اور کافر بھی اگر کافر رہنا چاہے تو وہ کافر رہے لیکن انصاف اسے بھی نصیب ہو اور بحیثیت انسان جو حقوق ہیں وہ اس تک بھی پہنچیں تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ غیر مسلموں کو بھی اگر انصاف نصیب ہوا تو اسلامی ریاست میں اور مسلمانوں کے اقتدار میں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ بات بڑھتے بڑھتے اب اس حد تک آگئی ہے کہ اگر ہم بھی اس کے سامنے نہیں کھڑے ہوتے تو پھر اسلام کو اس ملک سے جانا ہو گا یہ سیلاب اس ملک کو ہڑپ کرے گا تیسری صورت یہ ہے کہ ہم بھی غرق ہو جائیں لیکن اللہ اگر اس ملک پر دین کو رکھنا چاہتا ہے تو کوئی اور قوم بھیج دے کسی اور کو ایمان کی توفیق دے دے، کسی اور کو نیک بنا دے ہمارے حق میں نہ پہلی صورت مفید ہے نہ تیسری ہمیں اپنا جواب دینا ہے ہمارے لیے صرف اور صرف دوسرا راستہ ہے کہ ہم اپنی ساری کدو کاوش محنت کوشش کو اس کے سامنے اس برائی کو روکنے کے لیے اور اس دین کی اشاعت کے لیے اپنی ساری طاقتوں کو وقف کردیں اپنے علم کو اپنی تحریروں کو اپنی تقریر کو اپنی دولت کو اپنے مال کو اپنے وسائل کو اپنے دوستوں کو اپنی جان کو اپنی اولاد کو اور اگر اللہ ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم

اس سیلاب کو روک لیں تو میدان حشر میں ہم بھی اس قابل ہوں گے کہ سر اٹھا کر مجاہدین اسلام کے قدموں میں کھڑے ہو سکیں ہم بھی یہ کہہ سکیں کہ ہمیں اس نبیؐ کی بارگاہ میں جانے کی اجازت دی جائے میدان حشر میں جس کے دین کی خاطر قربانیاں دی ہم نے اور اللہ نے قبول فرمائیں لیکن اگر سمجھوتا کر لیا گیا تو رسول اللہؐ دعا کریں گے رب ان قوم اتخذوا هذا القران محجورا (اے اللہ ان لوگوں نے اپنی زندگی کے نصاب سے قرآن کو خارج کر دیا اور غیر قرآنی نظام پر زندگی کا سمجھوتا کر لیا تھا انہیں میرے پاس مت آنے دے۔

تو ہم نے کوئی نیا کام نہیں کیا ہماری سیاست بھی ہمارا تصوف ہے۔ ہماری یہ الاخوان کی کوشش بھی ہمارے تصوف اور ذکر اذکار ہی کا ایک حصہ ہے ہم اسی جگہ کھڑے ہو کر وہ کام کرنا چاہتے ہیں کہ یا جو بندہ کام کر رہا ہے دین کے مطابق کرے یا ہم اسے روک دیں گے اور ضرورت پڑی تو ہم اس سے چھین کر خود وہ کام کریں گے۔ یعنی یہ نہیں کہ ہم سے یہ کام نہیں ہو سکتا یا ہم نہیں کریں گے ہم یہ نہیں کہتے ہم بالکل یہ کہتے ہیں کہ یا بھائی تم بھی مسلمان ہو۔ پیپلزپارٹی میں ہو تب بھی کلمہ تو پڑھتے ہو مسلم لیگ میں تو بھی کلمہ تو پڑھتے ہو تم کسی پارٹی میں ہو اسی لیے ہم نے اس موومنٹ کا نام ہی قرآنی نام رکھا ہے الاخوان قرآن نے مسلمانوں کو گورے، کالے، سرخ اور سفید میں نہیں بانٹا، عربی اور عجمی میں نہیں بانٹا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں۔ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اللہ کے نزدیک معزز اور معتبر وہ ہے جو جتنا اللہ سے ڈرتا ہے، جتنا متقی ہے جتنا پرہیز گار ہے اتنا معزز اور معتبر ہے۔

ہمیں جمہوریت نے مسلمانی سے نیچے گرا کر بلوچی، سندھی، افغانی کابلی، پشاوری، پٹھان پنجابی بنا دیا۔ اخوت اسلامی یہی وہ اخوت ہے جس کے اختیار کرنے کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ جس کی عملی تعبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور جس کے لئے آج پھر ہم کوشاں ہیں کہ ہم پٹھان، پنجابی، سندھی، بلوچی سے اوپر ہو کر دیو بندی بریلوی اہلحدیث سے بالاتر ہو کر مسلمان بھائی چارے کو زندہ کریں اگر کوئی علماء دیو بند کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو کرے ہمیں کیا اعتراض ہے دوسرا عالم بریلوی کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو کرے ہماری اس کے ساتھ کیا لڑائی ہے وہ بھی ایک سکول ہے دینی مدرسہ ہے ایک دینی ادارہ ہے اور مزے کی بات کہ نصاب دیو بند اور بریلوی دونوں میں ایک ہی پڑھایا جاتا ہے۔ تفسیر بھی ایک ہی ہے فقہ بھی ایک ہی ہے دونوں امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ اور ہم کیوں لڑتے پھریں کوئی اہلحدیث ہے تو ہمیں خوشی ہے ہوا کرے میرے بھائی اس میں جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ آخر قرآن و سنت کا پیروکار تو ہے ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد اگر اس کی سوچ میں تھوڑا فرق ہے تو میرے خیال میں اتنی گنجائش ہونی چاہیے۔ لیکن جو لوگ عقائد اسلامی کے صریح خلاف ہیں انہیں ان کے انسانی حقوق دینے میں تو ہمیں کوئی بخل نہیں۔ لیکن غیر مسلم کو اسلامی حقوق ہم دینے کے قائل نہیں۔ بڑی سادہ سی بات ہے ہم کوئی فریب نہیں کرنا چاہتے ہم کوئی دھوکا نہیں کرنا چاہتے کہ رکھو تو سب کو ملا کر حکومت سے لو پھر دیکھیں گے ایسی کوئی بات نہیں ہمیں صرف وہ لوگ چاہیں جو واقعی قرآن و حدیث پر اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان میں جو فرقے اسلام کے نام پر غیر اسلامی ہیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارا اقادیانیوں کے ساتھ یا اہل تشیع کے ساتھ جھگڑا بھی کوئی نہیں اور ان کے ساتھ ہمارا کوئی تعاون اور گزارہ بھی نہیں وہ ایک الگ شخصیت ہیں وہ ایک الگ عقیدہ ہے ایک الگ سکول اف تھاٹ ہے اور ان کے جو اسلام میں انسانی حقوق بنتے ہیں ان پر ہمیں کوئی بخل نہیں کوئی اغراض نہیں ملک کے شہری ہیں تو ملک میں رہیں شہری کے جو حقوق ہیں حاصل کریں۔ لیکن ہم انہیں

اسلامی حقوق یا مسلمانوں کے برابر کے حقوق تب ہی دیں گے اگر وہ اسلام قبول کریں بڑی سادہ سی بات ہے ہم محض بندے جمع کر کے تو کسی سے کوئی کذاب نہیں چھیننا چاہتے بلکہ ہم اخوت اسلامی کا احیاء کرنا چاہتے ہیں جو لوگ۔ عقیدہ اسلام کو قبول کرتے ہیں ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہتے ہیں انہیں یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ خدا کے بندو ہم نے دیکھا اس الیکشن میں اٹھتیس فیصد ووٹ پول ہوئے ہیں جتنے ملک میں ووٹ بنے ہوئے ہیں ٹوٹل کا اٹھائیس فیصد پول ہوا ہے جس میں سے کچھ پیپلزپارٹی نے لیے ہیں کچھ مسلم لیگ نے لئے کچھ دوسرے لوگوں نے لئے باسٹھ فیصد ووٹ پول نہیں ہوئے۔ یہ باسٹھ فیصد وہ لوگ ہیں جو نیک اور شریف اور دیندار ہیں انہوں نے کہا یار وہ بھی بدمعاش ہیں وہ بھی بدمعاش ہیں دفع کرو ہم جاتے ہی نہیں۔ لیکن یہ سوچ صحیح نہیں تھی۔ اگر وہ سارے ناقابل اعتبار تھے تو یہ باسٹھ فیصد شرفاء میں کوئی شریف آدمی نہیں تھا جسے باسٹھ فیصد کی اکثریت ہی آگے لے آتے اور آج وہ وزیراعظم ہوتا ایک تو یہ صورت حال ہے کہ باسٹھ فیصد نے الیکشن میں حصہ ہی نہیں لیا لیکن الیکشن کے بعد اب جو حکومت بنی وہ اچھا کرے گی یا برا ظلم کرے گی یا انصاف اس میں یہ باسٹھ فیصد نہیں بھگتیں گے بھگتنا پڑے گا انہیں توکیا اس سے بہتر یہ راستہ نہیں تھا کہ یہ باسٹھ فیصد اپنے الگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جاتے اور اپنے میں سے جو بہتر لوگ تھے انہیں آگے لے آتے اور باقی اٹھائیس فیصد کو بھی انصاف ملتا ان پر بھی احسان کرتے تو ہم اس باسٹھ فیصد سے مخاطب ہیں کہ وہ اخوت اسلامی کو اپنا کر اس پلیٹ فارم پر آئیں جو سیاست کرنا چاہتا ہے وہ کرے بحیثیت مسلمان کرے۔ جو حکومت کرنا چاہتا ہے آئے آگے ہم اس کے سپاہی ہیں لیکن پہلے اپنے آپ کو اللہ کے نبیؐ کا تابعدار ثابت کرے اپنے قول و فعل پر سنت کی مہر لگائے تو یہ ہے وہ سادہ سی بات جو ساتھیوں کو بعض اوقات پریشان کر دیتی ہے یا کنفیوز کر دیتی ہے جب کوئی سوال کرتا ہے کہ بھئی آپ اچھے بھلے بیٹھے رب رب کرتے تھے آپ کو کیا بھیڑوں نے کاٹا ہے کہ آپ سیاست میں آگئے ہم سیاست میں نہیں آئے ہم کام اب بھی دین ہی کا کر رہے ہیں اور دین ہی کا کریں گے اور اگر وقت نے یہ کہا کہ تم نے خود بھی یہ کام کرنا ہے تو ہم خود بھی کریں گے انشاء اللہ لیکن ہمارا مقصد نہیں ہے حصول اقتدار۔

تو میرا خیال ہے میں شائد اپنی بات سمجھا سکا ہوں گا میری درخواست یہ ہے مجھے اس بات کی خوشی بھی ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ مہینے سے یا مہینہ بھر سے بیس پچیس خط اوسطا روز ہو ہوتے ہیں جو لوگ والنٹیئر تن و مال دینے کو تیار ہیں احیاء اسلام کے لے جو راہ نجات کے جواب میں اپنے "منظور ہے" لکھتے ہیں۔ ۲۰، ۲۵ خط اوسطا روز ہوتے ہیں اور میرے خیال میں اب ان کی تعداد ہزاروں میں جا رہی ہے اس بات کی خوشی بھی ہوتی ہے کہ الحمد اللہ دوستوں میں وہ جذبہ موجود ہے مسلمانوں میں وہ جرات رندانہ موجود ہے اور مسلمان چاہتے ہیں وہ اپنا وقت اپنی جان مال دے کر دین کی احیاء کریں لیکن یہ صرف لکھنے کی بات نہیں ہے عمل کا آغاز کیجئے کہ ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہیں اپنے دوستوں میں اپنے ملنے والوں میں اور اپنے واقف اور ناواقف میں بحیثیت مسلمان جہاں دن بھر میں بہت سے کام آپ کرتے ہیں وہاں دن بھر میں کم از کم ایک دو چار آدمیوں کو الاخوان کی دعوت بھی پہنچایئے اسے اپنے روز مرہ کے ٹائم ٹیبل میں شامل کیجئے اور ہمیں ایک ایک بندے کو پکڑ کر اس کی طرف لانا ہے یہ آسان کام نہیں ہے وہ ہمیں فالو نہ کریں خود قرآن کریم پڑھنا شروع کریں۔ ہماری بات نہ مانیں اپنے نبیؐ کی بات مانیں حضورؐ کی حدیث پڑھنا شروع کریں اور اس کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں تو آپ اپنے روز مرہ کے معمولات میں یہ بھی شامل کر لیجئے شام کو یہ حساب بھی کیا کیجئے کہ آج میں کتنے لوگوں تک دعوت پہنچا سکا ہوں قبول کرنے کی توفیق دینا یہ اس کا کام ہے۔

اللہ کریم آپ کو ہمت دے اور آپ کی کوششوں کو قبول

فرمائے اور ہمیں یہ سعادت بخشے کہ ہم اس ملک کو پھر سے واقعی اسلامی ریاست بنانے میں کامیاب ہوں (آمین) میری دعا یہ ہے اور میں ہ چاہتا ہوں میری خواہش یہ ہے اس لیے کہ میرا یہ ایک یقین ہے کہ یہ ملک انشاء اللہ قائم رہے گا اور اس پر اسلامی حکومت قائم ہو گی یہ میرا یقین ہے میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ یہ ملک ٹوٹ جائے گا اور اس پر ہندو آ جائیں گے جو کچھ بھی ہو کتنی تبدیلیاں ہوں بالاخر یہاں اسلامی ریاست بنے گی یہ میرا یقین ہے خواہش میری یہ ہے کہ وہ ریاست ہمارے ہاتھوں بنے اور ہم اسے بنتا اور پھولتا پھلتا دیکھیں میں یہ دعا نہیں کیا کرتا کہ چلو ہم ہوں گے یا نہیں ہوں گے اسلام یہاں آ جائے نہیں یار کیا مزہ آئے گا جب ہم نہیں ہوں گے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے سامنے ہو ہمارے ہاتھوں ہو اور ہم بھی اپنا سینہ شق کئے ہوئے بارگاہ الوہیت میں یہ کہہ سکیں کہ اے اللہ جب لوگ بھاگ رہے تھے تب ہم رک گئے اور جب لوگ نا امید تھے اس وقت ہم نے امید رکھی تھی تیری عظمت پر اور جب لوگ دین کو بوجھ سمجھ رہے تھے اس وقت ہم نے اسے اپنے سینے کا پھول بنایا تھا اور جس زمین پر لوگوں نے وعدہ خلافی کر کے ظلم کا بیج بویا تھا ہم نے وہاں سے ظلم کے جھاڑ جھنکار کاٹ دیئے خواہ اس میں ہمارے ہاتھ چھلنی ہو جائیں اور تیری یاد تیرے ذکر اور تیرے نبیؐ کی سنت کے گل و گلزار وہاں قائم کر دیئے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ اور ہم یہ کر کے اور یہ دیکھ کر اور کسی کی بہار کو دیکھ کر دنیا سے رخصت ہوں۔ (آمین ثم آمین)

یاد دہانی

اگست ۹۳ء سے المرشد کا سالانہ چندہ -/۱۴۰ روپے کر دیا گیا ہے۔ اکثر خریدار -/۱۰۰ روپے یا -/۱۲۰ روپے منی آرڈر کر دیتے ہیں۔ ایسے خریداروں سے گذارش ہے کہ وہ -/۴۰ روپے یا -/۲۰ روپے بقایا بھی المرشد کے نام منی آرڈر کر دیں۔

اسلام انسانیت کا مذہب ہے اور عورت بحیثیت انسان ہے۔ اسلام میں صرف باعتبار خصوصیات کے، باعتبار قوتِ برداشت کے یا بہ اعتبار ذمہ داریوں، فرائض اور ڈیوٹی کے عورت کی اپنی ذمہ داریاں ہیں مرد کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اُسی ایک میدان میں جہاں مرد کا حساب ہو گا وہیں عورت کا حساب کتاب لیا جائے گا وہی ذات وحدہٗ لاشریک جہاں مرد کا محاسبہ کرے گی خاتون سے محاسبہ کرے گی وہی جہنم جس میں کافر مرد کا جانا ہو گا کافر عورت کو جانا ہو گا۔ وہی جنت جو مقرب سے مقرب بارگاہِ الوہیت لوگوں کے لیئے مردوں کے لیے ہے خواتین کے لیے بھی ہے۔ بحیثیت انسان دونوں کا سفر ایک سا ہے۔ دونوں ایک جیسے ماں باپ کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں دونوں ایک سی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ دونوں ایک ہی طرح سے موت سے ہمکنار ہوتے ہیں اور دونوں ایک ہی طرح سے برزخ میں داخل ہوتے ہیں دونوں ایک ہی طرح سے میدانِ حشر میں اُٹھیں گے اور ایک ہی طرح کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ باعتبار تخلیق مرد کا وجود مختلف قسم کا ہے اور اس کے فرائض مختلف ہیں۔ خاتون کا وجود اُس کی قوتِ برداشت اُس کی جسمانیت الگ ہیں اُس کے فرائض الگ ہیں لیکن اہمیت دونوں کی اپنی جگہ ایک جیسی ہے۔

انتقال پر ملال

جماعت کے ساتھی اظہر محمود - طاہر محمود (بھکر) کے والد محترم امین اللہ قریشی وفات پا گئے ہیں۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

آج کا مسلمان

مولانا محمد اکرم اعوان

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم و الاسلام دینا یہ آیت کریمہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ وہ یہ ہے کہ دین اسلام جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہم تک پہنچا۔ یہ ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں کسی ترمیم تک کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔ اللہ جل شانہ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرما کر یونہی چھوڑ نہیں دیا بلکہ جس طرح ان کی جسمانی زندگی کے وسائل دیئے انہیں زمین پر پھیلا دیا اور انہیں عقل و شعور و آگہی بخشی کہ وہ امراض کا علاج تلاش کریں بھوک پیاس کا علاج تلاش کریں ہل چلائیں اور زندگی گذارنے کے اسالیب تلاش کریں ہاں اپنی ذات سے انہیں بیگانہ نہیں ہونے دیا بلکہ زمین پر پہلا قدم جس انسان نے رکھا وہ خود اللہ کے نبی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور تب سے ہمیشہ کوئی قوم کوئی ملک یا کوئی قریہ اللہ کریم نے اس نعمت سے محروم نہیں رکھا ہمیشہ اور پے در پے انبیاء و رسل مبعوث ہوتے رہے اور اللہ کی مخلوق کو اللہ کا راستہ دکھاتے رہے لیکن بعثت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم، بعثت انبیاء کے سلسلے میں ایک بہت بڑا انقلاب آفرین قدم ہے آپؐ کی بعثت ساری انسانیت کے لیے سارے زمانوں کے لیے اور سارے جہانوں کے لیے ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے آئندہ کسی نئے نبی کی بعثت کی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی یہ بات بظاہر بڑی آسانی سے کہہ دی گئی ہے لیکن اس کے مضمرات کو دیکھا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک معاشرے ماحول ملک اور فضا میں ہوئی اس معاشرے اور اس ماحول میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گذارنے کے وہ اسالیب اللہ کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کے وہ طریقے اور پوری انسانی آبادی گے مسائل کے وہ حل تجویز فرمائے جنہوں نے تاریخ انسانیت میں یہ ثابت کر دیا کہ روئے زمین پر انسانوں کی سب سے بڑی بہتری ان ہی باتوں میں مضمر تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور ایسا کامل دین کہ جس میں روئے زمیں پر اس وقت سے لے کر آج تک جبکہ چودہ سو سال بیت چکے ہیں اللہ کے بندے عمل کر رہے ہیں اور وہ ملک میں ہر ماحول میں اور ہر موسم میں اور ہر قوم کے لیے وہ واقعی قابل عمل ثابت ہوا ہے یہ صرف ہماری عقدیت نہیں یہ تاریخی حقیقت ہے انسانیت نے بہت ترقی کی انسانی علوم نے بہت ترقی کی انسانی ماحول بدل کر کہیں سے کہیں چلا گیا ذرائع آمدو رفت تبدیل ہو گئے ذرائع ابلاغ بدل گئے لینے دینے کے طریقے بدل گئے بہت بڑی تبدیلیاں آئیں لیکن یہ ایسا کامل اور مکمل دین ہے کہ ہر بدلتے موسم میں اور ہر بدلتی ہوئی حالت میں اس نے انسانیت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور ہ حال میں انسان کی بہتری اور فلاح کے راستے نمایاں کرتا رہا اور کرتا رہے گا انشاء اللہ العزیز۔ جب ہم تاریخ اسلام کو دیکھتے ہیں تو اس میں ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ بعثت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انسانی تاریخ میں مشکل ترین زمانہ نظر آتا ہے اقتصادی و معاشی اور سیاسی اعتبار سے اخلاقی اعتبار سے یا دینی اعتبار سے آپ کسی زاویہ پر نگاہ کریں گے تو دیکھیں گے کہ انسانیت تباہی کے دھانے پر پہنچ چکی تھی اور انسان مظلوم ترین

مخلوق نظر آتے تھے جن کا کوئی پرساں حال نہیں تھا حکومتیں تھیں صنعتیں تھیں بڑی بڑی طاقتیں تھیں۔ افواج تھیں خزانے تھے لیکن انسانوں کے لیے دیکھیں کوئی جائے پناہ نہیں تھی اور ظلم اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا کیا اسلام بہت سی طاقتوں کے ساتھ مبعوث ہوا یا بہت سے زرو مال کے ساتھ مبعوث ہوا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی بہت سے وسائل جمع کر لئے تھے کوئی بات بھی نہیں تھی۔ اسلام روئے زمین پر اس حال میں ظاہر ہوا کہ اسلام کے پاس نہ حکومت تھی نہ سلطنت تھی نہ دولت تھی نہ وسائل تھے نہ فوج تھی نہ طاقت تھی اور بظاہریوں نظر آتا تھا کہ شاید اعلان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی سرزمین پر فرما رہے ہیں یہ شاید اس چھوٹی سی آبادی سے باہر بھی نہ نکل سکے۔

چشم فلک نے دیکھا کہ بہت تھوڑے سے عرصے میں اسلام کو پوری انسانیت میں عظمت اور سربلندی نصیب ہوئی اور ان انسانوں نے جو سلیم الطبع تھے روئے زمین پر اسلام کو صرف قبول نہیں کیا بلکہ اسلام کو اپنایا اور تاریخ انسانی میں اسلام وہ واحد طاقت ہے جس نے روئے زمین پر چین سے سائبیریا تک اور ہسپانیہ سے افریقہ تک ایک ریاست بنا دی جس ریاست کا امیر "مسجد نبوی" کا امام اور خطیب ہوا کرتا تھا اور تاریخ انسانی میں وہ واحد ریاست تھی جس کے زیر نگیں غیر مسلم کو بھی سکون کا سانس نصیب ہوا انسانی حقوق نصیب ہوئے اور عدل و انصاف حاصل ہوا۔ آج جب ہم اپنی حالت پہ نگاہ ڈالتے ہیں تو روئے زمین پر مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مسلمانوں کے پاس وسائل بے پناہ ہیں لیکن اسلام بحیثیت ایک فلسفہ حیات کے بحیثیت ایک معاشی طاقت کے بحیثیت ایک عدل و انصاف دلانے والی قوت کے ہمیں خود اپنے پاس بھی نظر نہیں آتا اس زمانے میں روئے زمین پر کفر کا سخت ترین تسلط تھا جب صحرا نشیں جھونپڑوں سے اٹھے اور بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرا گئے اور باطل کا ہر بت پاش پاش ہوتا چلا گیا اور ہر جبین اللہ کی یاد سے آباد ہوتی چلی گئی انسانی دلوں سے لیکر پہاڑوں صحراؤں وادیوں اور سمندروں تک عدل و انصاف کی فضائیں پھیل گئی آج مسلمان پوری دنیا میں وسائل اور قوت کے اعتبار سے زیادہ ہیں سائنس کے میدان میں مسلمان سب سے آگے ہے جدید ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلمان سب سے آگے ہے مادی وسائل کے اعتبار سے دنیا کے مادی وسائل کا بیشتر حصہ مسلمان قوم کے پاس ہے لیکن اسلام بحیثیت دین کے بحیثیت مذہب کے بحیثیت سیاسی قوت کے بحیثیت ایک اقتصادی طاقت کے اور بحیثیت عدل و انصاف کے ناپید ہوتا چلا جا رہا ہے حتیٰ کہ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ روزانہ ہمیں گلیوں میں لاشے تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں مرنے والا کون ہے؟ مسلمان ہے اور مارنے والا کون ہے؟ مسلمان ہے گھر جل رہا ہے کس کا ہے؟ مسلمان کا ہے آگ کس نے لگائی مسلمان نے لگائی بس جل گئی گاڑی لٹ گئی قافلہ لٹ گیا لوٹنے والے اور لوٹے جانے والے بھی مسلمان ہیں۔ اسلام کون سی رونقیں اور بہاریں لایا تھا اور آج کا مسلمان کس قدر خزاں بداماں ہے اور کتنی تباہیاں اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے اس کی کون سی [illegible] بنیادی فرق کیا ہے اس مسلمان میں اور آج کے مسلمان میں اتنا تفاوت اور دوری کیوں ہے اس کا ایک ہی جواب جو ساری زندگی کی جستجو ہے میری سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ وہ مسلمان سرتاپا مسلمان تھا۔ صرف دعوے کا مسلمان نہیں تھا وہ مسلمان اپنی پوری عملی زندگی میں قرآن کی تفسیر تھا اور سوچتا تھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بولتا تھا تو اللہ کی اطاعت کے لیے تلوار اٹھاتا تھا تو اشاعت دین کے لیے صلح کرتا تھا تو اللہ کی رضا کے لیے انصاف کرتا تھا تو اللہ کے حکم کی اطاعت کرنے کے لیے اور حکومت و سلطنت کرتا تھا تو اللہ کا قانون نافذ کرنے کے لئے آج ہمارے پاس دعوی اسلام تو ہے الحمد اللہ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ ہمارے پاس دعوی اسلام تو ہے لیکن اس کی عملی تعبیر کہیں نظر نہیں آتی۔ ہمارا نظام سیاست اس سے خالی ہے ہمارا نظام عدالت اس سے خالی ہے ہمارا نظام تعلیم

اس سے محروم ہے ہماری معاشی اور کاروباری زندگی اس سے الگ تھلگ ہے ہماری ذاتی اور خاندانی زندگی اس سے الگ ہے ہمارے معاملات اس سے الگ ہیں اور اسلام ایک مظلوم سادیا ہے تو کبھی بجھنے کے قریب ہو جاتا ہے اور کبھی بھڑک اٹھتا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ کل شانہ نے جو انعام ہمیں دیا تھا اسے ہم اس نگاہ سے دیکھیں جس نگاہ سے دیکھنے کا حکم رب العالمین نے دیا تھا۔ جس کی بنیاد ہی اس بات پر تھی "الیوم اکملت لکم دینکم میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اتنا مکمل کر دیا کہ و اتممت علیکم نعمتی یہ انعام کسی اور امت کو نصیب نہیں ہوا جو اس امتِ محمدیہ کو عطا ہوا کہ جتنی نعمتیں اللہ رب العالمین سے اسکی مخلوق لے سکتی ہے وہ ساری کی ساری نعمتیں میں نے تمہارے دین میں سمو دیں کوئی ایسی نعمت نہیں ہے جو اس دین کے اپنانے سے باقی رہ جائے اتممت علیکم انعمتی کہ میں نے اپنے انعامات تم پر مکمل کر لئے ورضیت لکم و الا سلام دینا اور اس کے سوا کوئی ایسا راستہ نہیں ہے۔ کوئی ایسا دروازہ نہیں ہے کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ تم میری رضا مندی کو حاصل کر سکو یا میری بارگاہ تک بازیاب ہو سکو برادران محترم ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم نے بے شمار قربانیاں دینے کے باوجود اپنی ذات اور عملی زندگی کو اپنا پرائیویٹ مسئلہ سمجھا ہر قوم کا یہ خیال ہے کہ فرد کی ذاتی زندگی اس کی پرائیویٹ ہوتی ہے لیکن مومن اور غیر مومن کی زندگی میں فرق یہ ہے کہ مومن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس کا ذاتی نہیں ہوتا مومن کی زندگی کا جینا اس کا مرنا اس کا ہر لمحہ اللہ کے لیے ہوتا ہے اور یہی ایمان کی تعبیر ہے ہم نے سمجھا کہ وہ بندہ جو ہم میں نیک ہے باشعور ہے اور دیندار ہے ہم نے سمجھا کہ ہم پنجگانہ نماز بھی ادا کرتے ہیں ہم تبلیغ بھی کرتے ہیں ہم وعظ بھی کرتے ہیں لہٰذا ہم نے اسلام کا حق ادا کر دیا لیکن دوسری نظر سے دیکھا جائے تو عبادات کیا ہیں؟ عبادت صرف بندے اور معبود برحق کے درمیان رشتہ قائم رکھنے کا سبب ہے۔ کہ ہر بندہ ذاتی طور پر دن میں پانچ مرتبہ اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو کر دل کی با
اپنے پروردگار سے کہہ سکے اور یہ رو برو ہونا اللہ سے ہم سخن ہو
اللہ سے اپنے دل کا حال کہنا اسے وہ قوت دے دے کہ جب
نماز سے فارغ ہو کر بازار میں جائے عملی زندگی میں جائے اپنے دف
میں جائے تو اس کے دل میں اللہ کا نور موجود ہو اور واپس اللہ ک
بارگاہ میں حاضر ہونے کا شعور موجود ہو اور کرسی پر بیٹھا ہوا بن
بھی مسلمان ہو دوکان پر بیٹھا ہوا بندہ بھی مسلمان ہو محلے اور گھ
میں رہنے والا بھی مسلمان ہو باپ ہو یا بیٹا ہو افسر ہو یا سپاہی
سب مسلمان ہوں۔ ہم سے غلطی یہ ہوئی یہ ہم نے عبادات ک
عملی زندگی سے الگ کر دیا اور ہم نے یہ از خود نہیں کیا بلکہ اسلا
میں پہلی دفعہ خصوصاً" اس برصغیر میں غیر ملکی طاقتوں کے تسلط ک
بعد ایسا ہوا کہ دینی علوم کو عملی زندگی میں جگہ نہ دی گئی بلکہ دی
علوم جاننے والوں کو عملی زندگی سے الگ کر دیا۔ سو سالہ دور غلا
میں ہمیں یہ انعام ملا کہ جو لوگ دینی علوم جانتے تھے ان کو عمل
زندگی سے الگ کر دیا گیا۔ اور جو لوگ عملی زندگی میں آئے و
دینی علوم سے بے بہرہ تھے یوں پوری قوم دو حصوں میں بٹ گ
ایک حصہ جو انتظامی امور سلجھانے پر مامور تھا اس تک دینی علو
نہ پہنچ سکے اور دوسرا حصہ جو دینی علوم کا امین تھا اس کو ملکی امو
کی ہوا تک نہ لگنے دی آج ہم جس جگہ کھڑے ہیں بڑے دکھ سے
یہ حقیقت بیان کرنا پڑتی ہے کہ آج ہماری ان دونوں طبقوں کی
قوت آپس کی لڑائی میں ضائع ہو رہی ہے آج ہمارے ملک کا سیا
مسلمان یہ کہتا ہے کہ اگر ملا کو پھانسی دے دی جائے تو اسلام ناف
ہو جائے گا اور مسجد میں بیٹھا ہوا ایک دیندار آدمی یہ سمجھتا ہے ک
یہ سارا فساد اس بابو کا لایا ہوا ہے اگر اس کو میدان سے ہٹا د
جائے تو سب معاملہ ٹھیک ہو جائے گا لیکن ہم دونوں یہ بات بھول
جاتے ہیں کہ دفتر میں بیٹھا ہوا بندہ بھی اللہ کا بندہ اور مسلمان ہے
اور یہ مسجد میں بیٹھا ہوا آدمی بھی ارشادات دین کا امین ہے۔ الی
دنوں طاقتوں کو اگر ہم یکجا کر دیں ارشادات باری اور ارشادات

صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کا معلم اس بندے تک پہنچائے جو میں کام کر رہا ہے اور جو بندہ دفتر میں ہے یہ اپنے آپ کو امانت الہی کا امین سمجھے اور ہم اس طرح ایک بہت بڑی طاقت کر کفر کے خلاف کھڑے ہو سکتے ہیں وہ قوت جو ہماری آپس کی میں ضائع ہو رہی ہے ہم اس قوت کو دین اسلام کے تحفظ نفاذ کے لیے عمل میں لا سکتے ہیں اور بڑے افسوس کی بات یہ کہ ہم نے ملک حاصل کیا اور ایک بات نہ بھولئے کہ یہ کوئی تی تحریک نہیں تھی بلکہ انگریز کے پورے عہد تسلط میں آپ وہ لوگ نظر آئیں گے جنہوں نے بوریوں پر رہنا پسند کیا جن کی جیلوں میں بسر ہو گئیں اور جنہوں نے جواد مالٹا تک قیدیں اور یہ اعلان کرتے رہے کہ غلامی اسلام کو راس نہیں آتی غلام مسلمان نہیں رہ سکتا مسلمان صرف اللہ کا غلام ہے اللہ نبی کا غلام ہے اور مسلمان بندوں کا غلام نہیں رہ سکتا پوری کوششوں کے باوجود غیر ملکی قوت اس آواز کو دبا نہ سکی حتی کہ یہ بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور غیر ملکی آقاؤں کو ت ہونا پڑا ان کا رخصت کا انداز بھی عجیب تھا کہ جاتے ہماری باگ ڈور ان لوگوں کو دے گئے جو ان کے قریبی تھے کی بات سنتے تھے اور ان کی بات مانتے تھے اور یہ ایک فطری تھا اور اس انتقال اقتدار سے لے کر آج تک نہایت مسلسل طاقت سے یہ تاثر دیا گیا کہ اقتدار اسی مخصوص طبقے کے محدود رہے انگریز نے جس کے سپرد کیا کتنے انقلاب اس ملک آئے کتنے الیکشن ہوئے کتنی دفعہ مارشل لاء لگا لیکن کیا یہ اس کی تاریخ نہیں ہے کہ الیکشن میں بھی وہی لوگ برسر اقتدار مارشل لاء نے بھی جنہیں وزیر اور گورنر بنا دیا اور جمہوریت راستے پر اقتدار میں آنے والوں کو ہی مارشل لاء نے بھی ر دیا ایک خاص طبقہ جس کے بچے باہر ملکوں میں پیدا ہوتے تعلیم باہر حاصل کرتے ہیں باہر کی فضاء میں بڑھتے ہیں اور اس میں اتنی دیر ٹھہرتے ہیں جتنی دیر انسیں اقتدار نصیب ہوتا ہے جسے اقتدار سے الگ ہونا پڑتا ہے وہ درمیانی وقفہ پھر کسی باہر کے ملک میں جا کر گذارتا ہے وہ مر جائیں تو ان کی بیوائیں بھی حکومت کی شریک ہو سکتی ہیں وزیر بن سکتی ہیں گورنر بن سکتی ہیں مل چلا سکتی ہیں لیکن اس ملک کے بارہ کروڑ آبادی کے باقی لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کریں لیکن دفتر میں کلرکی حاصل کرنے کے لیے انہیں در در کی خاک چھاننی پڑتی ہے ان کے مقدر میں یہ نہیں ہے کہ وہ روز گار ہی حاصل کر سکیں ہم نے پورے ملک میں کالجوں کا یونیورسٹیوں کا جال بچھا دیا ہمارا کوئی کالج ہماری کوئی یونیورسٹی ہمیں اسلام سے آگاہ نہ کر سکی آقائے نامدار کے ارشادات سے آگاہ نہ کر سکی ہمیں اللہ کے کلام کی تعلیم نہ دے سکی اور فقط حکومت کی مشینری چلانے کے کل پرزے ڈھالے گئے۔

آج جب ہم اس کا تجزیہ کرتے ہیں کہ وہ لاشے جو زمین پر ٹھنڈے ہو گئے وہ جوان جو پیوند زمین ہو گئے اور جنہیں کوئی جانتا نہیں کہ ان کے نام کیا تھے وہ پیدا کہاں ہوئے اور ان کا خون کس زمین میں جذ ہو گیا وہ عزتیں جو تقسیم ملک پر لٹ گئیں وہ خاندان جو تقسیم ملک پر نثار ہو گئے کیا ان لاکھوں انسانوں کی قربانی محض اس لیے دی گئی تھی کہ کچھ لوگ حکومت کرتے رہیں کچھ لوگ ان کی غلامی کرتے رہیں اور دین کا لیبل لگا رہے اور اسے اسلامی ریاست کہا جائے جہاں نہ اسلام کا قانون ہو اور نہ اسلام کی تعلیم نہ اسلام کا عدل و انصاف ہو نہ اسلام کے عقیدے کو تحفظ حاصل ہو اور نہ اسلام کی تعلیمات پر عمل ہو وہ کیسی اسلامی ریاست ہے اور اسلام پر اس کا کیا احسان ہے بڑی عجیب بات ہے کہ بے شمار لوگوں سے ملنے پر ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ کریم پر ہمیں شکوہ ہے شکایت ہے کہ پہلے مسلمانوں پر اللہ کے اتنے احسانات ہوتے تھے کہ پورے روئے زمین پر مسلط کر دیا ہم بھی تو مسلمان ہیں ہمیں اس نے کافروں کی غلامی میں دے دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں نے پوری دنیا سے ٹکر لے کر اللہ

کی غلامی قبول کی تھی اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس سے ہٹا نہ سکی آج ہم نے عملی زندگی میں اللہ کا دروازہ چھوڑ کر کافر کی غلامی کو ترجیح دے دی ہے ہم میں جو اللہ کی یاد سے غافل ہو کر ہمارے دل ہیں جو اللہ کی یاد سے خالی ہو کر ہمارے پیٹ ہیں جو بھرنے کے لیے ہم کافروں کے دروازے پر بھٹک رہے ہیں۔ کیوں؟

اس لئے کہ اسلام ان کے دلوں سے اتارا گیا انہیں سمجھایا گیا ہمارے نام اسلامی رکھ دیئے گئے اور کسی نے ہمیں اسلام سمجھانے کی کوشش نہیں کی ہمارے نصاب تعلیم تک میں ہماری راہبری نہ کی لیکن آخر کب تک نصف صدی بیت گئی کیا آپ اس حق میں ہیں کہ ہمیشہ یہ تسلسل ایسے ہی چلتا رہے کیا اس کے لیے ہم کوئی حل نہ سوچیں جیسے چلتا ہے چلتا رہے میں میرے دوستو! ہم نے اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہونا ہے تعلیمات اسلام کے عملی نفاذ کے ہم مکلف ہیں ہم سب کچھ قربان کر سکتے ہیں لیکن دین کی تعلیمات اور اس کے عملی نفاذ کے اس تعطل کو برداشت نہیں کر سکتے اسی باطل نظام کا خاتمہ اور اس ملک میں دین کا عملی نفاذ یہاں کے غریب عوام کو عدل و انصاف کی فراہمی ہی الاخوان کے معرض وجود میں آنے کا سبب ہے۔

حسب ذیل رشتوں کیلئے مناسب شریک حیات کی تلاش

۱۔ ریٹائرڈ مینجر صاحب جائیداد ضلع راولپنڈی

۲۔ نیک سیرت لڑکی تعلیم بی اے عمر ۲۵ سال راولپنڈی

۳۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی تعلیم ایم بی بی ایس میڈیکل ڈاکٹر عمر ۳۰ سال

۴۔ خوبصورت باسلیقہ لڑکی بی ایڈ۔ عمر ۲۵ سال لاہور

۵۔ نیک لڑکا تعلیم M.S.C. عمر ۲۵ سال والد ملازم کویت' سیالکوٹ

۶۔ نیک سیرت لڑکی ایم اے۔ معرفت کرنل "الیس"۔ فیصل آباد

۷۔ نیک سیرت لڑکی ایم اے۔ معرفت بریگیڈیر "آئی" راولپنڈی

۸۔ جوان غازی لڑکا تعلیم پی ایچ ڈی۔ عمر ۳۴ سال راولپنڈی

معلومات اور فارم کے لئے رابطہ فرمائیں۔

میرج سنٹر الفلاح فونڈیشن

۲۲۰ سٹریٹ ۱۲ چکلالہ سکیم ۳ راولپنڈی

مسلمان کا بنیادی عقیدہ

مولانا محمد اکرم اعوان

ظہور اسلام کے وقت روئے زمین پر کفر و شرک ظلم و جور' اتنی قوت' اتنی طاقت اور اتنی شدت سے مسلط تھا کہ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ اس کی ہمہ گیر گرفت کو سوائے اللہ کے کوئی توڑ بھی سکتا ہے اللہ جل شانہ سے لوگوں کا تعلق اس قدر ٹوٹ چکا تھا کہ بعض ایسے حضرات کا تذکرہ سیرت میں ملتا ہے جو کفر و شرک سے متفق نہ ہو سکے اور زندگی بھر تلاش کرنے کے باوجود انہیں توحید باری کا پتہ بھی کہیں نہ ملا۔ زید بن عمرو بن نفیل مکہ والوں میں سے تھے جہاں تک ان کے قدموں نے ساتھ دیا شام تک ' دور دور کے علماء' اس وقت علماء عیسائیوں میں تھے یا یہودیوں میں تھے۔ تو یہود اور نصاریٰ کے بڑے بڑے معروف علماء کے پاس وہ تشریف لے گئے اور ان سے یہ درخواست کی کہ آپ ان رسومات رواجات سے ہٹ کر خالص اللہ کا دین خالص اللہ کی عبادت کا طریقہ اللہ کے ساتھ خالص ایمان کی بات مجھے بتائیں۔ تو کہیں سے بھی انہیں اللہ کی ذات یا اس کی صفات کے بارے کوئی بات نہ مل سکی آخر کار آخری عمر میں مکہ مکرمہ میں رہتے تھے بیت اللہ شریف میں بیٹھے رہتے اور روتے تھے اور کہتے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ہے لیکن میں نہیں جانتا تیرا نام کیا ہے تیری ذات کیسی ہے تیری صفات کیا ہیں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تو ہے لیکن میں نہیں جانتا تیری عبادت کا طریقہ کیا ہے تو کس بات پہ راضی ہے کس بات پہ ناراض ہوتا ہے اور پھر ہاتھ سے مٹی اٹھا کر اس پر پیشانی رکھ دیتے اور دعا کرتے کہ میری یہی ادا جو ہے اسے عبادت کے طور پر قبول فرما۔ ان کے کچھ اشعار بھی قدیم عربی ادب میں اور سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں فرمایا کرتے تھے۔

٭ رب واحد ام الف رب ٭ دین اذا تقسمت امور

تو پروردگار ایک ہے ہزاروں پروردگار نہیں ہو سکتے مخلوق کے اگر متعدد پالنے والے ہوتے تو کہیں نہ کہیں کوئی اختلاف ہوتا کہیں جھگڑا ہوتا کہیں رات بجائے دن ہوتا کہیں دن کی بجائے شام ہوتی کوئی بارش برسانے پہ اصرار کرتا دوسرا اسے روک دینے کے لیے آگے بڑھتا کہیں ان پروردگاروں میں بھی لڑائی ہوتی اس میں مخلوق بھی ماری جاتی ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ نظام اتنا پر سکون طریقے سے چل رہا ہے کہ یہ خود بتا رہا ہے کہ اسے چلانے والا کوئی ایک ہے کوئی دوسرا نہیں ہے جو اس میں مداخلت کرے۔

٭ رب واحد ام الف رب ٭ دین اذا تقسمت الامور

پھر فرماتے تھے جب کام بانٹ دیئے جائیں ایک پروردگار صحت دینے والا ہے دوسرا رب اولاد دینے والا ہے تیسرا رب روزگار دینے والا ہے تو یہ دین نہیں رہتا اسے آپ دین نہیں کہہ سکتے

٭ دین کیا یہ دین ہے اذا تقسمت الامور۔ جب کام بانٹ کر مختلف شعبوں کے ذمے مختلف لوگوں مختلف ہستیوں کے ذمے کر دیئے جائیں تو اس تقسیم اور اس بندر بانٹ کو آپ دین کہیں گے اسے آپ دین نہیں کہہ سکتے پھر فرماتے تھے۔

ترکت لات و العزی جمعیا۔ میں ان لات اور عزیٰ ان سب سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں کذالک یفعل الرجل البصیرہ۔ تو اللہ نے جسے بھی بصیرت دی وہ شخص ایسا ہی کرے گا اسے اللہ کا پتہ ملے یا نہ ملے لات و منات کو باطل جاننے میں اسے کوئی تامل نہیں ہو گا۔ ان کا باطل ہونا جو ہے یہ واضح اور

ظاہر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ان کا وصال ہو گیا حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کا ذکر بہترین الفاظ میں فرمایا ہے اور یہی ان کے حق پر ہونے کی دلیل بھی ہے۔

تو ظہور اسلام کے وقت یہ حال تھا کہ اللہ کا نام بتانے والا دنیا میں کوئی نہیں ملتا تھا لیکن سلیم الطبع لوگ جو تھے انہیں اگر اللہ کا پتہ کسی نے نہیں دیا تو باطل کو قبول انہوں نے نہیں کیا۔ کتنی عجیب بات ہے کیسے عجیب لوگ تھے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی اور ان کی نجات کی خبر ملتی ہے احادیث مبارکہ میں۔ اس لیے کہ دور فترت وہ زمانہ جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم ناپید ہو گئی یا وہ جگہ جہاں کبھی نبی علیہ السلام کی تعلیم نہ پہنچی ہو۔ وہاں پر اللہ کی توحید اور اس کی عظمت کا اقرار ہی سارا اسلام ہے۔ پھر ظہور اسلام نے صرف یہ نہیں کہ اللہ کا نام بتایا مخلوق کو۔ اصل بات یہ ہے کہ ظہور اسلام نے پورے کفر کو چیلنج کر دیا۔ ظہور اسلام جو تھا وہ اتنا بڑا حادثہ تھا کفر کے لیے کہ تمام مکاتب میں جب آپ جائیں گے تمام نظریات کو جب آپ دیکھیں گے مذاہب عالم کو جب آپ دیکھیں گے جو آج ہیں تو ہر کوئی کسی نہ کسی اقرار کی طرف بلاتا ہے کوئی نہ کوئی بات منواتا ہے کہ یہ بات مان لو تم ہمارے جیسے ہو جاؤ گے۔

اسلام میں ایک عجیب بات ہے اس کا ظہور ہی عجیب بات سے ہوا اس نے ظاہر ہو کر جو پہلا جملہ کہا اس کے پہلے حروف ہی یہ تھے لا الہ کہ کوئی بھی معبود نہیں ہے خواہ تم کسی پتھر کو معبود مانتے ہو خواہ کسی دیوی کو مانتے ہو خواہ کسی دیوتا کو مانتے ہو خواہ کسی مقدس ہستی کو مانتے ہو خواہ تم فرشتوں کی الوہیت کے قائل ہو تم زمینوں یا آسمانوں کی کسی طاقت کو معبود مانتے ہو تو اسلام سب سے پہلے کہتا ہے لا الہ۔ کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے یعنی کسی ایک قسم کا کفر کوئی ایک مکتب فکر کفر کا کوئی ایک گروہ کافروں کا کوئی ایک عقیدہ کافروں کا تو اس کی زد سے بچ جاتا کوئی بھی نہ بچا۔ سب پر اس نے لا کی تیغ چلا کر پھر کہا۔ الا اللہ ۔ مگر اللہ ہے یعنی اللہ کی ذات کا اقرار بھی اس نے لانافیہ سے پہلے سب کی نفی کر کے پھر کہا اب کہو اللہ ہے۔

اسلام نے جسے آپ سمجھوتہ کہتے ہیں جسے انگریزی میں آپ کمپرومائز کہتے ہیں اس پر بنیاد نہیں رکھی کہ کچھ تمہاری بات مان لیتے ہیں کچھ ہماری اس لیے کہ ایک طرف سارا جھوٹ تھا اور دوسری طرف سارا سچ تھا جھوٹ اور سچ میں سمجھوتہ نہیں ہوتا سمجھوتہ ہوتا ہے جب دونوں طرف کچھ جھوٹ کچھ سچ ہو تو وہ آپس میں سمجھوتہ ہو سکتا ہے ایک طرف نرا باطل ہو ایک طرف سارا ہی حق ہو تو سمجھوتے کی تو کوئی صورت ہی نہیں بن سکتی۔ اس کا مطلب ہے کہ حق میں اگر آپ کچھ باطل شامل کریں گے تو یہ بھی باطل ہو جائے گا۔ سارے باطل میں تھوڑا سا حق ملائیں گے تو اس میں حق ضائع ہو گا باطل تو باطل ہی رہے گا تو حق اور باطل میں سمجھوتے کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام نے جو پہلی بنیاد رکھی وہ تھی لا الہ۔ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

عبادت کیا ہے نماز پڑھنا عبادت ہے روزہ رکھنا عبادت ہے رکوع سجود عبادت ہے۔ تسبیح عبادت ہے تلاوت عبادت ہے خیرات زکوٰۃ حج یہ عبادت ہے بعد کی باتیں ہیں۔ سب سے پہلی عبادت یہ ہے کہ نفع کی امید پر کسی کی اطاعت کی جائے عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ نفع کی امید پر یا اس کے نقصان سے ڈرتے ہوئے کہ وہ غالب قوت ہے میرا کوئی نقصان کر دے گا اس کی ایسی اطاعت کی جائے جیسے ہم اللہ کی کرتے ہیں اللہ کی اطاعت کیا ہے کہ اس پر کسی دوسرے کا حکم غالب نہیں ہو گا۔ لیکن اگر ہم اللہ کی بھی اطاعت چھوڑ دیں اور کسی دوسرے کی کریں اتنی کہ یہاں سے مجھے نفع ہو گا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے مقابلے میں اس کی عبادت کی گئی۔ نماز و روزے کا نمبر بعد میں آتا ہے پہلی بنیاد عقیدہ ہے امید ہے، نظریہ ہے، یقین ہے، جب یقین کامل حاصل ہوتا

ہے تو پھر نماز نماز کہلاتی ہے پھر سجدہ سجدہ بنتا ہے پھر روزہ روزہ بنتا ہے پھر زکوٰۃ اور فرائض فرائض بنتے ہیں ۔ اگر عقیدہ اور اعتماد ہی درست نہ ہو تو پھر ایک پریکٹس رہ جاتی ہے ایک ورزش رہ جاتی ہے اس میں وہ عبادت کا مفہوم نہیں آتا۔ تو اسلام نے سب سے پہلے یہ کہا کہ ساری امیدیں سب سے توڑ لو اور ایک اللہ کے ساتھ جوڑ لو۔

لا الہ الا اللہ یہ نہیں کہ جو کچھ الم غلم نیچے ہے اس کے اوپر ایک رنگ اور کر دو یہ اسلام کا رنگ ہو گیا اسلام نے ایسا نہیں کیا کہ جو غلاظت جو خباثت جو جھوٹ جو برائی جو غلط نظریات جو کچھ ہیں پہلے وہ دل میں رہیں اس کے اوپر ایک اور روغن کر دو اسلام ہو جائے گا نہیں اسلام ہے کہ سارا کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینکو اللہ کا نام اگر رہے گا تو پھر اسی کا نام ہو گا اسی کا حکم نافذ ہو گا اس کے ساتھ کسی کی شراکت نہیں ہو گی اور یہ سب سے مشکل کام تھا اتنا مشکل کہ آج کا آدمی سوچ ہی نہیں سکتا کہ کتنا مشکل کام تھا۔

کہ روئے زمین پر ایک وقت ایسا بھی تھا کہ پوری زمین پر صرف اللہ کا ایک بندہ کہہ رہا تھا اور وہ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری روئے زمین پر اللہ کا ایک بندہ کہہ رہا تھا لا الہ الا اللہ۔ پوری انسانیت میں پورے اس گلوب پر سارے براعظموں میں ساری قوموں میں ساری حکومتوں ساری سلطنتوں میں اللہ کا ایک بندہ تھا صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک کے ساتھ دو ہوئے دو کے ساتھ چار ہوئے چھ ہوئے آٹھ ہوئے اور روئے زمین پر جس دن چالیس انسانوں نے کہہ دیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تو مسلمانوں نے کہا ہم بھی بیت اللہ میں جا کر کیوں نہ عبادت کریں چالیس تو ہم ہو گئے ہیں وہ چالیس تھے پوری انسانی آبادی کے مقابلے میں روئے زمین پر جتنی انسانیت آباد تھی اس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل تو صرف وہ چالیس ہوئے تھے اور یہ چالیس کئی سالوں کا ثمرہ تھا چند

دنوں کا نہیں۔ تو کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ عقیدہ یہ نظریہ جس کی اتنی مخالفت ہے یہ دنیا میں باقی رہے گا قائم رہے گا یا پھیلے گا وہ دین نہ رہے جن پر حکمران عامل تھے بڑی بڑی حکومتیں عیسائیوں کی تھیں عیسائیت ختم ہو گئی عیسائیوں کی کتاب نہ رہی عیسائیوں کے پاس دین کے ارکان نہ رہے احکام نہ رہے حتیٰ کہ اپنے نبی علیہ السلام کی جو زندگی کے حالات تھے وہ بھی ان سے گم ہو گئے۔ یہودیوں کے پاس بڑی بڑی طاقت تھی بڑے بڑے تجارتی قلعے تھے ان کے بڑے بڑے جرنیل تھے ان کے پاس بڑی بڑی انہوں نے بنا رکھی تھیں ریاستیں اور ان کے پاس بے شمار فوج تھی اسلحہ تھا دولت تھی لیکن کیا وہ یہودیت کو اس طرح محفوظ رکھ سکے جس طرح دین موسوی موسیٰ علیہ السلام نے انہیں دیا۔ نہیں۔ گم کر بیٹھے۔ ان کے پاس اصل کتاب بھی نہیں تھی اصل دین بھی نہیں رہا تھا اور اصل حالات بھی نہیں رہے تھے۔ تو جن کے پاس اتنی اتنی بڑی حکومتیں تھیں طاقت تھی دولت تھی ماننے والے اور پیرو کار تھے اس مذہب کے بڑے بڑے علم کا دعویٰ رکھنے والے علماء تھے وہ باقی نہ بچے تو اسلام جو پوری انسانیت میں۔ ایک دو تین سے شروع ہو رہا ہے اور وہ بھی غریب اور مفلس اور غلام ابن غلام ابن غلام لوگ ہیں مکے کے تو وہ کیسے باقی رہے گا؟ چنانچہ مشرکین مکہ میں سے بعض نے کہا بھی کہ یہ چند لوگوں کی بات ہے اسے اہمیت نہ دو ایک آدمی یہ بات کرتا ہے جب یہ دنیا سے اٹھ جائے گا تو یہ چار پانچ اس کے ماننے والے غریب فقرے جو ہیں یہ بھی چھوڑ دیں گے یہ بات اپنی موت آپ مر جائے گی اس بات کو چھوڑ دو۔ اسے کوئی اہمیت ہی کیوں دیتے ہو اسے جانے دو یہ نہیں چل سکے گا۔

تو رب العلمین نے قرآن حکیم میں جہاں اور بہت سی پیش گوئیاں کی ہیں ایک پیش گوئی فرمائی جو صرف اللہ کو سزاوار ہے۔ اس نے کہا سنو دین کے مخالفو تم سن لو اس دین سے جو بے زار ہو سن لو جنہیں اس دین سے رنجش ہوتی ہے وہ سن لو۔ انا نحن

نزلنا الذکر۔ یہ پکی بات ہے یقینی بات ہے کہ ہم نے یہ بات یہ ذکر یہ قرآن یہ نصیحت نازل فرمائی ہے۔ وانا لہ لحافظون ۔ اور ہم ہی ہمیشہ اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ دنیا کے انقلابات' اقتدار و اختیار افرادی قوت معاشی وسائل فوجی طاقتیں اور حکومت کی چالیس سیاست کوئی بھی چیز اس کو ختم نہیں کر سکتی۔ اللہ کریم نے یہ بہت بڑی پیش گوئی فرمائی۔ قرآن میں آج تک موجود ہے اور یہ پیش گوئی اللہ ہی کو تب ہی سزا وار تھی اور آج بھی اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ کہ وہ اسے باقی رکھے ہوئے ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ تب اسلام کے بچنے کے امکانات زیادہ تھے اور آج اسلام کے لیے خطرات اس سے زیادہ ہیں۔ دین برحق کے مٹ جانے یا دب جانے کا امکان اس وقت کم تھا اس لیے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھا وحی کا نزول ہو رہا تھا جبرائیل امین علیہ السلام آ رہا تھا اور ماننے والے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ معلم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تھے اور شاگرد ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے تھے ساری دنیا بے شک کفر پہ مجتمع ہو گئی ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ ادنیٰ درجے کا بھی مسلمان اسلام پر جان دینے کو آمادہ تھا اسلام سے ہٹنے کا نہیں کیا ان مکے والوں کو لوگ نہیں مشورے دیتے ہوں گے کہ ان کے باپ دادا اس بات پہ نہیں چلے تھے کہ یہ بت اس میں اتنی برکتیں ہیں۔ یہ بت شفا دیتا ہے یہ بت بیٹے دیتا ہے یہ بت پیسے دیتا ہے اور ان سے پھرو گے تمہارے پیسے چھن جائیں گے تمہارے بیٹے مر جائیں گے تمہارے مکان چھن جائیں گے تمہاری جائیداد چلی جائے گی اور ان کے ساتھ یہ ہوا جائیدادیں ان کی چھن گئیں مکان انہیں چھوڑنے پڑے بیٹے ان کے ان کے ہاتھوں میں ذبح ہو گئے ان کے خاندانوں کا خون ان کے سامنے زمین نے جذب کیا یہ مصیبتیں ساری انہوں نے جھیلیں۔ ہجرتیں کیں مال و دولت چھوڑا مار کھائی تکلیفیں اٹھائیں پریشانیاں جھیلیں ۔ یعنی صرف کوئی یہ نہیں تھا کہ انہیں کوئی لوگ ڈراتے ان پر یہ سب کچھ بیت گیا۔ بیتا بھی تو اس پر بھی وہ خوش ہوتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ہمارا جھونپڑا کام آ گیا وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارا مکان چھن گیا ان کا نظریہ یہ ہوتا تھا کہ ہمارا تو کچا بے کار سا جھونپڑا تھا اللہ کتنا کریم ہے کہ اس نے اپنی راہ میں قبول کر لیا ہماری جائیداد تھی ہی کیا مٹی تھی زمین تھی ہمیں مر کر مٹی میں دفن ہو جانا تھا ہم مٹی کے تھے مٹی ہماری کب تھی یہ تو اس کا احسان ہے کہ اپنی راہ میں اس نے ہماری جائیداد قبول کر لی۔

اللہ جل شانہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس وعدے میں بہت سی باتیں ہیں ایک بات تو سب سے پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا میں نے قرآن نازل کیا ہے میں اس کی حفاظت کروں گا اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ جو اللہ نے نازل فرمائے وہ ہو بہو روئے زمین پر من و عن قائم رہیں گے ان میں تبدیلی نہیں ہو گی اور یہ حفاظت اللہ کریں گے۔ اب اگر قرآن حکیم زمین پر رہنا ہے تو زمین پر بسنے والی مخلوق قرآن کی حامل رہے گی کوئی بندہ ہو گا جو قرآن پڑھنے والا ہو گا جو قرآن لکھنے والا ہو گا جو قرآن یاد کرنے والا ہو گا ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کو مانیں گے بھی پڑھیں گے بھی پڑھائیں گے بھی تب ہی قرآن کی حفاظت ہو گی۔ پھر قرآن احکام ربانی کا مجموعہ ہے اور اس کے سمجھنے کی ضرورت ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن فہمی کو بھی حفاظت الٰہیہ حاصل ہو گی اور قرآن اپنے مفاہیم و مطالب کے ساتھ موجود رہے گا۔ اس حفاظت الٰہیہ میں کئی باتیں آ گئیں قرآن کا متن محفوظ رہے گا قرآن کے حامل انسان محفوظ رہیں گے قرآن پر عمل کریں گے قران کو سمجھیں گے قرآن کو پڑھیں گے قرآن کو پڑھائیں گے سمجھتے ہوں گے اور سمجھا سکتے ہوں گے یہ سارا نظام جو ہے اس حفاظت کے حصار میں آ گیا جب اللہ نے کہہ دیا کہ میں قرآن کی حفاظت کروں گا تو قران اگر فرشتوں کے پاس رہے یا لوح محفوظ میں رہے تو وہاں تو اس کی حفاظت ہو ہی رہی ہے حفاظت الٰہیہ تو اس عالم انسانیت اور اس زمین پر ضرورت تھی جس کا وعدہ کیا گیا

اور یہ حفاظت جب ہو گی تو قرآن کے پڑھنے والے قرآن کو ماننے والے قرآن پر عمل کرنے والے اور قرآن کو سمجھنے والے لوگ ہوں گے تب رہی گی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ آج بھی اللہ کے ایسے بندے ہیں جنہیں یہ حفاظت الہیہ حاصل ہے جو قرآن سمجھتے ہیں جو قرآن سمجھاتے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں جو قران پڑھاتے ہیں جن کے عقائد کتاب اللہ کے مطابق ہیں جن کا کردار اللہ کی کتاب کے مطابق ہے اور وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اس کام کے لیے پسند کر لیا ہمیں وہ پسند آئیں نہ آئیں ہمیں ان کی شکل و صورت اچھی لگے یا نہ لگے ہم انہیں اچھا سمجھیں یا نہ سمجھیں اس میں ہماری پسند کو دخل نہیں یہ اس کی پسند ہے کہ اس نے کس کو اس کام کے لیے پسند کر لیا اور کس کو اس خدمت پر مامور کر دیا اور کس سے ان برکات کو آگے چلا رہا ہے یہ اس کا اپنا کام ہے۔

لیکن میں نے جو بات کہی وہ بڑی سخت ہے بہت سخت ہے کہ قرآن کا آج باقی رہنا اس دور میں باقی رہنے سے بڑا معجزہ ہے اس وقت اتنے خطرات قرآن کو نہیں تھے جتنے آج ہیں اور میری بات کے پیچھے وہ اسباب ہیں وہ باتیں ہیں جو میں نے سمجھی ہیں جو میں نے دیکھی ہیں جو میں روز دیکھ رہا ہوں آپ تجزیہ فرمالیجئے کہ آج کافر جہاں بھی ہیں سارے کافر ہیں کافروں میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی جس طرح دین کے خلاف اس دور کے کافر تھے اس سے زیادہ شدت کے ساتھ آج کا کافر قرآن کے خلاف ہے سوال یہ ہے کہ اس دور کا مسلمان سو فیصد ایک سو ایک فیصد مسلمان اور اسلام پر جان قربان کرنے والا تھا آج کے مسلمان کا تجزیہ کیجئے تو آج اسلام کو خطرہ مسلمانوں سے ہے دنیا میں کسی ایک مسلمان حکمران کا نام لے لیجئے جو اسلام کی حمایت کرنے والا ہو کوئی باسٹھ تریسٹھ یا ساٹھ یا چھپن یا اٹھاون حکومتیں ہیں اسلامی مسلمانوں کی جنہیں اسلامی ریاستیں کہتے ہیں جنہیں مسلمان حکومتیں کہتے ہیں ایک حکمران کا نام لے لیجئے جو اس بات پہ تیار ہو کہ اس کے ملک میں اسلام نافذ ہو جائے یا اس کی مرضی چھوڑ دی جائے اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی نافذ کی جائے یا وہ اسلام کو سننے یا برداشت کرنے پر بھی تیار ہو جتنے مسلمان حکمران اس وقت روئے زمین پر موجود ہیں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سارے تعلیمات قرآنی کے خلاف پورے خلوص سے ایک صف میں کھڑے ہیں کہ کچھ بھی ہو جائے قرآن کا نظام اسلامی ملکوں میں نہیں آنا چاہیے یہ سارے حکمرانوں کی خواہش ہے اور کون نہیں سمجھتا۔ کون ایسا مسلمان ہے جسے یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کون مسلمان اتنا بچہ ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھ رہا کہ ہر مسلمان حکمران سب سے زیادہ مخالفت جس بات کی کرتا ہے اسلام اور دین برحق ہے ہر مسلمان حکمران کافروں کی طرح رہنا فخر سمجھتا ہے ہر مسلمان حکمران کافروں کے ساتھ دوستی کرنا باعث فخر سمجھتا ہے ہر مسلمان حکمران اپنے ضابطے اور قانون میں کافروں کا اتباع کرنا باعث فخر سمجھتا ہے اس سے بڑا خطرہ اسلام کے لیے تھا کہیں اس زمانے میں؟ تو اس زمانے میں جتنے مخالف تھے کافر تھے مسلمان تو کوئی بھی اسلام کے خلاف نہیں تھا۔

آپ حکمرانوں سے نیچے آیئے حکمرانوں کے بعد دوسرا طبقہ ہے سیاست دانوں کا جن میں سے حکمران بنتے ہیں اب کوئی سیاست دان بتایئے جو دین کے حق میں ہو الف سے لے کر ی تک جتنی سیاسی جماعتیں وہ دین کے نام پر بنی ہیں یا بے دینی کے نام پر بنی ہیں دین کو چندے کا ذریعہ سب نے بنایا دین کو اپنے راستے کا زینہ سب نے بنایا لیکن کوئی ایک جماعت ایسی ثابت کر دیجئے جس نے اپنی جماعت ہی میں دین نافذ کر دیا ہو کوئی ایک سیاسی جماعت کوئی ایک دینی تنظیم کوئی ایک جماعت ایسی بتایئے پوری اسلامی دنیا میں کہ جس سے ملک پر دین نافذ ہو سکا ہو؟ لیکن جو دس پچاس دو لاکھ چار لاکھ بندے ان کے ساتھ متفق تھے ان میں انہوں نے کیا دین نافذ کر دیا؟ تو جو جماعت بنائی گئی اس تنظیم میں جب اسلام نافذ نہیں کر سکے تو وہ کیسے کہتے ہیں کہ اب ہم

اسلام نافذ کرنے میں مخلص ہیں جو بندے ان کی بات مانتے ہیں ان میں جب وہ اسلام نافذ نہیں کرتے تو اگر سارے ملک پر ان کو حکومت دے دی جائے تو کیا ملک پر وہ نافذ کریں گے؟ کیوں کریں گے بھلا اگر کرنے والے ہوتے تو جو بندے ان کے ساتھ متفق ہیں جو ان کی بات مانتے ہیں ان پر تو نافذ کرتے۔ سیاست دانوں سے بات گئی۔

بہت بڑا طبقہ ہوتا ہے قوم میں جسے آپ دانشور کہتے ہیں اس میں شاعر بھی ہیں اس میں ادیب بھی ہیں اس میں صحافی بھی ہیں۔ میں اگلے روز ایک ادبی ایڈیشن بیٹھا ہوا ٹیلی ویژن پہ دیکھ رہا تھا اگرچہ بعض دوست فتویٰ لگاتے ہیں ٹی۔ وی دیکھنے پر بھی لیکن اب آنکھیں بند کر کے ٹی۔ وی بند نہیں ہوتا۔ اگر آپ نے ٹی۔ وی کی خواہشات کو روکنا ہے تو اس کا مقابلہ کیجئے اور ایسے افراد تیار کیجئے جن کے دلوں پر عظمت الٰہی کی چھاپ ہو اور نور نبوت ہو جن کے سینوں میں اور جو اس برائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے چیلنج کر سکیں اس کا جواب دے سکیں جہاں سے گولی چلتی ہے وہاں سے بھاگ جانا مقابلہ نہیں ہوتا وہاں کھڑے ہو کر بیک فائر کرنا مقابلہ ہوتا ہے۔

خیر میں دیکھ رہا تھا تو اس میں ایک ادبی مضمون تھا جس میں تقریباً پاکستان کے نامور ادیب اور صحافی عطا الحق قاسمی سے لے کر احمد ندیم قاسمی تک سارے ہی آئے کسی ایک آدمی کو دیکھ کر آپ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مسلمان ہیں جو بھی بات کر رہا ہے اسے دیکھ کر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ انگریز ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ عیسائی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے ہندو ہو یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہودی ہو سکتا ہے دیکھ کر فرسٹ امپریشن آپ شکل دیکھیں اور کہہ دیں مسلمان ہے ایسا ایک بھی نہیں۔ وہ ناراض ہوں یا راضی رہیں یہ الگ بات ہے لیکن شکل دیکھ کر پتہ چلے کہ یہ بندہ مسلمان ہے ایسا ایک بھی نہیں اب جن بندوں کو مرتے دم تک انگریزی حلیے سے وفا کرنی ہے انگریزی لباس سے وفا کرنی ہے انگریزی انداز سے وفا کرنی ہے کافرانہ آدائیں نبھانی ہیں وہ اسلام کے خیر خواہ کتنے ہیں۔ ارے نماز پڑھنا تو دور کی بات ہے روزے رکھنا بعد کی بات ہے اللہ کے ساتھ امیدیں وابستہ کرنا تو بعد کی بات ہے فی الحال تو ان کی ساری امیدیں کفار کے ساتھ وابستہ ہیں اور لباس تک میں احتیاط کرتے ہیں۔ میں نے یورپ و امریکہ کہ میں دیکھا ہے وہ اتنی پابندی نہیں کرتے ٹائی وائی کی کبھی وہ یہاں رومال لپیٹ لیتے ہیں کبھی ویسے ہی تسمہ باندھ لیتے ہیں کبھی کچھ نہیں کرتے اوران کے باندھنے کا بھی ایک سبب تھا جس طرح عرب اور ریگزاروں اور ریگستانی علاقوں میں لوگ اوپر کپڑا ڈال لیتے ہیں اس لیے کہ سن سٹروک ہو جاتا ہے دھوپ جب براہ راست گردن پہ پڑتی ہے تو گردن توڑ بخار ہو جاتا ہے اس کا علاج وہ رومال ہے اسی طرح وہ سارے ٹھنڈے علاقے ہیں ان میں گردن ننگی ہو تو فوراً زکام ہو جاتا تھا گلا خراب ہو جاتا تھا تو انہوں نے ان کالروں کو یہاں باندھنا شروع کیا آپ ان کے پرانے دیکھیں فوٹو تو ان میں کپڑا بندھا ہو گا رومال بندھا ہو گا۔ یا تسمے سے کالر اس طرح بندھا ہو گا اس کی انہوں نے تھوڑی سی خوبصورت شکل نکٹائی بنا لی ان کی تو ایک مجبوری تھی موسم ایسا تھا انہوں نے باندھ لیا اب گرمیوں میں وہاں لوگ اس ٹائی سے کوٹ پتلون سے سب سے آزاد ہو کر ایک نکر اور ایک بنیان پہن کر گرمیاں گذار دیتے ہیں یہاں ہمارے جو ٹیلی ویژن پر آ رہے تھے اس گرمی میں بھی انہوں نے تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے تھے اور یہاں جو پن لگائی جاتی ہے نا ٹائی کے ساتھ وہ تک باقاعدہ یعنی انہیں اگر کلمہ پڑھنا پڑ جائے تو سیدھا نہیں پڑھ سکتے یہ طبقہ ہے جو پوری قوم کی رہنمائی کرتا ہے جنہیں قوم کی آنکھیں کہہ سکتے ہیں آپ۔ آپ قوم کی زبان کہہ سکتے ہیں قوم کے ترجمان کہہ سکتے ہیں۔ حکمران بھی گئے سیاست دان بھی گئے ہمارے نامور شاعر ادیب اور صحافی بھی اسی صف میں چلے گئے۔

پیچھے رہ گئے علماء حضرات الاماشاء اللہ اللہ مجھے معاف فرمائے

خواہاں کسی کی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا لیکن علماء نے، صحافیوں نے ر کی ن کو اہمیت نہ دی سیاست دانوں نے دین کو اہمیت نہ دی فی رانوں نے دین کی مخالفت کی علماء نے تو اسے منڈی میں بیچنا اس وع کر دیا سب سے زیادہ نقصان جو دین کو پہنچا وہ پیشہ ور مولوی یکھا سے تھا جہاں سے ملی جو رقم ملی وہ حلال تھی یا حرام تھی وہ وصول ال لی اور جس طرح کا ماحول دیکھا اس طرح کا مذہب بیان کر دیا یں۔ علماء دین کے مخلص ہوتے تو ہر مولوی کا الگ اسلام کیوں اور تا۔ آپس میں آدمی لڑ سکتا ہے مال و دولت پہ لڑ سکتا ہے جائیداد س لڑ سکتا ہے اقتدار پہ لڑ سکتا ہے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا جب پہ ین کا وقت ہوتا جب اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے عبادت کا اللہ کی عبادت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ع کا وقت ہوتا تب تو سارے اکٹھے ہوتے جنازہ تو مل کر پڑھ ن تے عید تو ایک روز کر لیتے رمضان تو ایک دن شروع کر لیتے اس تو ں کیا مخالفت تھی لیکن نہیں کر سکتے اکٹھے بیٹھ کر جنازہ اکٹھے ں ڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے ایک مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے اور ں مسجد والا دوسری مسجد والے کو کافر کہتا ہے اس لیے صرف اس نے ہے کہ یہ میری نماز پڑھنے والے وہاں چلے گئے تو اگلے سال کا ے رہ ادھر دے دیں گے میں رہ جاؤں گا اور اسے بھی پتہ ہے کہ ر نسا کفر اس مسجد مین ہو رہا ہے وہی وضو وہ بھی کرتے ہیں وہی ں ان وہ بھی کہتے ہیں اسی رب کو سجدہ وہ بھی کرتے ہیں وہی نماز بھی اتنی رکعتیں اتنے فرض سنت اور نفل وہ بھی پڑھتے ہیں کافر یسے ہو گئے صرف کفر یہ ہے کہ جو کچھ مجھے مل رہا ہے یہ وہاں نہ جائے۔

دوسرا طبقہ تھا پیروں کا جنہیں بڑا بہت بڑا روحانی رہنمائی کا ام حاصل تھا دراصل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ شعبے نہیں بنائے تھے ہر عالم پیر بھی ہوتا تھا ہر پیر عالم بھی ہوتا اور ظاہری تربیت اور روحانی تربیت دونوں کا ایک ہی شعبہ ہوتا ا اور ایک ہی بندہ دونوں کام کرتا تھا اب وہ بھی گئے اب پیروں میں علماء میں پھر بھی فرق ہے کہ علماء میں کچھ پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں کچھ ملمع سازی کم از کم کچھ ظاہرداری تو کر لیتے ہیں پیر تو اس سے بھی گئے۔ یعنی پیر تو ہو گئے ناموروثی پیر کے گھر میں پیدا ہونے والا پیر ہو گیا اس کی یہی کوالیفیکشن کافی ہے کہ اس کا باپ پیر تھا اس کا دادا پیر تھا۔

میں ایک دن دیکھ رہا تھا ایک لطیفہ تھا اس ڈرامے میں۔ کوئی بیمار ہے کوئی عطائی سا ڈاکٹر علاج کرتا رہا زیادہ تکلیف اسے ہو گئی وہ ڈاکٹر لے آئے کہیں ہسپتال سے اس ڈاکٹر نے اس ڈاکٹر کو بھی پکڑ لیا اس سے پوچھا آپ کہاں کس کالج میں پڑھے ہو اس نے کہا تم کہاں سے پڑھے ہو اس نے کہا کہ میں تو فلاں کالج سے پڑھا ہوں تو آپ کس کالج میں اور کس بیج میں پڑھے ہیں کوئی پتہ چلے تو اس نے کہا ہمیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہم ڈاکٹر ہمارا باپ ڈاکٹر ہمارا دادا ڈاکٹر ہمیں پڑھنے کی کیا پڑھو تم لوگ جو راستے سے آ کر ڈاکٹر بن گئے ہو۔ نہ تمہارا باپ ڈاکٹر نہ تمہارا دادا ڈاکٹر یعنی وہ سمجھ رہا تھا کہ موروثی ڈاکٹر زیادہ بہتر ہے یہ جو پڑھ لکھ کر بن گئے یہ غلط لوگ ہیں تو پیری موروثی ہو گئی کوئی بھی جو بھی اس کا بہت بڑا کارنامہ یہی ہے کہ وہ کسی پیر کے گھر میں پیدا ہو گیا بس وہ ساری دنیا کا رہنما ہو گیا اور اکثریت پیروں کی صرف یہ نہیں کہ دین سے واقف نہیں ہے بلکہ دین کو برباد کرنے میں اور اپنی خدائی منوانے میں اور وہ ساری امیدیں جو بندہ بندوں کو اللہ کے ساتھ تھیں ان سب کو اپنی طرف کنورٹ کرنے میں ساری عمر کوشش کرتے رہتے ہیں کہ ہم جو چاہیں کریں ہم سے مانگو اللہ جانے اور ہم جانیں اللہ اس سے ہم نبڑیں گے تم ہم تک پہنچو جو کچھ تمہارے پاس ہے ہمیں دیتے رہو بتاؤ کونسا گوشہ بچا اسلام کے۔

ایک گوشہ ہے ابھی، عام آدمی یہی طبقے ہیں ناقوم میں حکمران ہیں سیاست دان ہیں صحافی ادیب دانشور ہیں اس کے بعد علماء ہیں اور اس کے بعد پیر اس کے بعد عام آدمی، عام آدمی اتنا

فلص ہے اس دور کا کہ یہ چیونٹی پہ اعتبار کر لیتا ہے اللہ پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں چیونٹی پہ کر لیتا ہے اتنا بھی اللہ پر نہیں کرتا اور یہ میں ویسے نہیں کہہ رہا آپ اندازہ کریں یہاں کچھ ہمارے ہوتے تھے لڑکے آوارہ سے جو ہیروئن اور بھنگ افیم اور اس طرح کے نشے کرتے تھے جوا کھیلتے تھے اور یہ نشے والی چیزیں بیچتے تھے اتفاق سے کوئی پاگل آ گیا ایس پی یہاں چکوال کا حوالات میں بند کر دیا کہ یہ بسوں والوں سے رشوت لیتے ہیں۔ ٹریفک سارجنٹ سے لے کر ٹریفک کانسٹیبل تک جو چھ سات آدمی وہاں اس کے دفتر پہنچے اس نے سب کے خلاف پرچہ اپنی طرف سے دے کر سب کو اریسٹ کر کے حوالات میں بند کر دیا کہ یہ بسوں والوں سے منتھلی رشوت لیتے ہیں یہ میں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ کوئی ضلع کا ایس۔ پی اپنے ضلعے کے ٹریفک کے افسر سے لے کر سپاہی تک سب کو حوالات میں بند کر دے کہ یہ رشوت لیتا ہے اور خود مدعی' اب وہ بھلا کسی کو چرس بیچنے دیتا ہے۔

انہوں نے کہا جناب اب مارے گئے انہوں نے کہا جناب یہاں ایک بوڑھی عورت آئی تھی اس نے چشمے سے پانی پیا وہ مرتی ہوئی آئی تھی اور وہ دو بچے دے کر گئی وہ جتنے وہ بھنگی چرسی تھے وہ آج بھی وہاں کوئی ٹریفک کنٹرول کر رہا ہے کوئی گاڑی کھڑی کرنے کے پانچ پانچ روپے لے رہا ہے دوسرا سوڈے کی بوتل بیچ رہا ہے عید اور عید کے دو دن بعد جو عید کے تھے ان دو دنوں میں پنجتالی ہزار روپے کے صرف وہ چار چار ہیں لیٹر کے جو کین ہیں وہ بکے ایک آدمی کی پنجتالی ہزار روپے کے۔ دو مہینے ہو گئے ہیں مجھے بھی یہ تماشہ دیکھتے ہوئے میں اس وقت گھر نہیں تھا امریکہ میں تھا میں نے یہ سنا ویسے چشمے کی زیارت میں کر کے گیا تھا چونکہ یہاں ہر برسات میں ہر پہاڑی سے ایک نیا چشمہ نکلتا ہے یہ سارا پلاٹو ایسا ہے کہ اس میں پانی جذب ہو جاتا ہے اور نیچے غیر جاذب چٹان ہے ایک ہی راک ہے پوری ایک سرے سے دوسرے سرے تک تو اس سے نیچے پانی نہیں جا سکتا پھر کسی نہ کسی طرف نکل کر کسی نہ کسی پہاڑی نالے سے وہ اپنا راستہ نکلنے کا بنا لیتا ہے اور ہر برسات میں ایک نیا چشمہ نکل آتا ہے اگلی برسات تک وہ خشک ہو جاتا ہے اگلے سال کہیں اور سے نکل آتا ہے جب بارشیں ہوتی ہیں تو ہم وہاں شکار کرنے جاتے تھے تو یہ اس دفعہ نیا بلکہ ایک دفعہ میں بچوں کو بھی لے گیا ہم سارے وہاں پھرتے رہے اور دیکھتے رہے خوبصورت ایک نیا چشمہ نکلا ہے سال ڈیڑھ چلے گا یہ وہ بعد میں آپ شفا بن گیا تو دو مہینے ہو گئے میں یہاں اس تاڑ میں بیٹھا ہوں کہ یار کوئی ایسا بندہ بھی بتاؤ جو کہے مجھے شفا ہو گئی سارے افسانہ تو سناتے ہو۔ اچھا جو آتا ہے جی ایک عورت اس طرح ایک بندہ اس طرح آیا تھا اسے اس طرح شفا ہو گئی آپ ملے تھے اسے نہیں دیکھا تھا۔ نہیں سنا تھا یار کوئی ایسا بتاؤ جسے خود شفا ہوئی تو تم نے دیکھا ہو یہ افسانے تو اب جن کو آمدن آ رہی ہے روپے مل رہے ہیں وہ افسانے تو تراشیں گے کوئی تھا کوئی تھا کوئی تم نے بھی دیکھا کسی نے آج تک میرے ساتھ جس بندے نے بات کی اس نے یہی کی جناب پانی پیا اور میں بیمار ہو گیا کہ جس نے پیا کیونکہ وہاں پہلے تو صاف پانی تھا میڈیکلی وہ ٹیسٹ بھی کرایا گیا اس میں کچھ نہیں وہ نارمل پانی تھا لیکن اب لوگ بیمار اس لیے ہوتے ہیں کہ اسی میں عورتیں مرد پاؤں دھوتے ہیں نہاتے ہیں برکت کے لیے جسم پر وہ جو گنگا اشنان تھا وہ یہاں بھی ہوتا ہے نا اس میں سارا پسینہ جسم کی ساری جن کے زخم ہوتے ہیں وہ زخموں اور پھوڑوں کی میل تو وہ اب اتنا بابرکت ہو گیا ہے کہ جو پی لے اس کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے جو زیادہ پیئے اسے ہسپتال میں جانا پڑتا ہے ہفتہ بھر اگر مسلسل پیئے تو اسے دو تین ڈرپیں لگوانی پڑتی ہیں ایک آدھ بار پیئے۔ تو یہ ہمارے پی۔ ٹی صاحب نے بھی ایک بار تو پیا تھا تین دن ان کے پیٹ میں درد رہا ایک ہی دفعہ پیا تھا۔ یہ تو بیٹھا ہے نا زندہ گواہ۔ تو دو تین بار پیئے تو باتھ روم تک جاتا ہے ہفتہ بھر پیئے تو ہسپتال جاتا ہے۔

جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہماری اس ساری شورش کے باوجود ہمارے پاس جو بندہ آیا ہم نے اسے کبھی اپنا کوئی کمال نہیں بیان کیا نہ یہ کوشش کی کہ ہم اپنے آپ کو اس پر مسلط کریں یا اس سے منوائیں نہ کبھی کسی سے یہ گذارش کی کہ ہمیں پیسے دے کر جاؤ یا ہمارے لئے کوئی جوتا کپڑا خرید لاؤ کبھی نہیں جو بندہ بھی آیا ہم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا اس بات پر کہ بندہ خدا تو بھی اللہ کی مخلوق ہے تو بھی اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور تو بھی اسی نبیؐ کے اتباع کا مکلف ہے میرا نہیں کسی عالم کا نہیں کسی پیر کا نہیں کوئی مولوی کوئی پیر کوئی عالم آپ کو بتا تو سکتا ہے لیکن بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائے گا اپنی بتائے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں اگر اس کے علاوہ ہم نے کسی کو کوئی بات کہی ہے کسی طرف مس گائیڈ کیا ہے تو وہ کھڑا ہو کر کہہ دے کہ آپ ایسا نہیں کرتے آپ اپنی طرف بلاتے ہیں یا کسی دوسرے کی پوجا کا مشورہ دیتے ہیں یا کوئی ناجائز اعمال بتاتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ایسا ہو جائے گا کبھی نہیں پوری کوشش یہ ہوتی ہے۔

مجھے دو مہینے ہو گئے ہیں امریکہ سے واپس آئے دو مہینوں میں ایک رات کے لیے میں گھر میں ٹھہرا ہوں یہاں میرا کوئی رات کو کاروبار تو نہیں ہے یہی کوئی جو اکا دکا لوگ آجاتے ہیں انہیں ذکر کراتا ہوں۔ میرے بھی بچے ہیں گھر ہے میرا بھی دل چاہتا ہے۔

لیکن جناب کمال ہے عام آدمی کا یہ آپ اندازہ کریں کہ یہاں جو ساتھی آئے ہوئے تھے گوجرانوالہ سے سویرے وہ بھی بس بھر کے گئے اور ایک ثبوت یہ بھی چھوڑ آئے کہ دارالعرفان والے بھی اسی آب شفا سے شفا پاتے ہیں تو اسلام کے لیے کون بچا مجھے بتاؤ کون بچا اسلام کے لیے باقی کیا اس دور کا حکمران۔ کیا اس دور کا سیاست دان مولوی اور پیر صحافی اور ادیب دانشور یا آپ جو آب شفا پہ گئے؟ ہیں تو ہے ایمان تم لوگوں میں اللہ کے ساتھ یقین ہے۔ میں نہیں مانتا اللہ پہ یقین ہے تو اللہ سے شفا نہ ہوئی اللہ کے ذکر سے نہ ہوئی اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوئی تو اس نالے کے پانی سے کیا شفا ہو جائے گی۔ میں تردید کرتا بھی رہوں تو میرا کہنا کس کام کا جب آپ ایک بس بھر کر وہاں جا کر یہ ثبوت چھوڑ آئے کہ دارالعرفان میں جو آتے ہیں وہ بھی شفا یہیں سے پاتے ہیں شاباش ہے بھائی۔ اگر آپ کو آب شفا پہ آنا تھا تو آپ ہماری دال روٹی تو حرام نہ کرتے ہماری مسجد میں تو نہ آتے ہمارے پاس تو نہ آتے ظالمو! آپ وہیں اترتے ساری دنیا جہاں اترتی ہے وہاں سے پانی پیتے چلے جاتے شفا دیتا اس کی مرضی نہ دیتا اس کی مرضی وہ تو مالک ہے وہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہندو ساری عمر بتوں کو پوجتا ہے اور ان سے بیٹے مانگتا ہے وہ اسے دیتا ہی چلا جاتا ہے کہتا ہے بیٹے بھی لیتا رہے جب آئے گا حساب کر لیں گے بت نے دیا تھا یا میں نے دیا تھا یہ حساب وہاں میں بت کو بھی بلا لوں گا اور تجھے بھی بلا لوں گا تیرا بیٹا بھی بلا لوں گا سب کے سامنے بات ہو جائے گی کہ بیٹا بت نے دیا تھا یا میں نے اور اگر میں نے دیا تھا تو نذرانہ بت پر کیوں خوشی میں مانا تھا وہ حساب وہ خود کر لوں گا۔

لیکن بھائی میں آئندہ کے لیے یہ درخواست کر دوں کہ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ وہاں نہیں جاؤ اس لیے کہ آپ کا معاملہ رب کے ساتھ ہے اگر آپ کو اللہ سے اعتماد نہیں ندی نالوں پہ زیادہ ہے تو ہم کون ہوتے ہیں روکنے والے ہندو بنارس جاتا ہے آپ نے کبھی کسی ہندو کا نام مکہ رام یا مدینہ سنگھ کسی سکھ کا نام سنا میں کل بھی بوچھال بورڈ پڑھ رہا تھا ہمارا کوئی ایڈووکیٹ ہے بوچھال کا محمد بنارس بی۔ اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ سبحان اللہ۔ بنارس ہندوؤں کا مقدس مقام ہے یہ ایڈووکیٹ محمد بنارس میں نے آج تک مدینہ سنگھ کوئی سکھ نہیں دیکھا مکہ رام کوئی ہندو نہیں دیکھا محمد بنارس مسلمان کہاں سے آگیا۔ بھائی بنارس ہندوؤں کا مقدس مقام ہے جیسے مسلمان مکہ کو مقدس سمجھتے ہیں جیسے مسلمان مدینہ کا احترام کرتے ہیں ہندو بنارس کا کرتے ہیں تو محمد بنارس کا جوڑ کہاں

سے لگ گیا اور خیر سے ایڈووکیٹ ہیں بی۔ اے ایل ایل بی بتاؤ ہے اسلام کے رہنے کا کوئی گوشہ کہیں۔

یہ صرف اللہ کی قدرت ہے آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانے سے آج زیادہ اسلام کی حقانیت ثابت ہے کہ آج کا تو مسلمان بھی اسلام کے خلاف ہے اور اسلام پھر باقی ہے اتنا بڑا حق اتنی بڑی سچائی اور اتنی بڑی تائید باری کہ آج بھی اسلام پھر باقی ہے۔ اللہ کا نام لینے والے پھر موجود ہیں اللہ کو سجدہ کرنے والے پھر موجود ہیں اور اللہ کی کتاب من و عن پھر موجود ہے یہ اس بات کا کافی ثبوت نہیں ہے؟ اسلام واقعی حق ہے اسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ اللہ اسے باقی رکھے گا یہ تو باقی رہے گا اللہ کا وعدہ ہے۔

لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دوں یہ ندیاں نالے یہ چشمے یہ حکومتیں یہ اقتدار یہ دولت اور یہ مختلف ٹکریں جو آپ لوگ مارتے پھرتے ہیں نا یہ کوئی آسرا بھی باقی نہیں رہے گا سب فانی ہیں۔ یہ سب خود صحرا کی ریت کی طرح اڑ کر نابود ہو جائیں گے ان کا کوئی ٹیلہ مستقل نہیں ہے جسے جہاں سے اڑا کر ہوا جہاں رکھ دے وہ وہاں چلا جائے گا باقی اللہ کا نام رہے گا اللہ کا دین رہے گا اور وہ لوگ باقی رہیں گے جو دین کے حامل ہوں گے انہی کے لیے دنیا میں عزت بھی ہے سکون بھی ہے آرام بھی ہے۔

العزۃ للہ و لرسولہ وللمومنین۔ عزت اللہ کے لیے ہے اللہ کے رسول کے لیے اور اللہ کے ایمان دار بندوں کے لیے ہے ایمان دار وہ بندے جن کی امیدیں لات و منات سے نہیں ندی نالوں سے نہیں بتوں سے نہیں پیروں سے نہیں خانقاہوں سے نہیں اللہ سے وابستہ ہیں اس ذات سے وابستہ ہیں جن کی امیدیں۔ وہ لوگ عزت کے ساتھ رہیں گے سکون کے ساتھ رہیں گے امن کے ساتھ رہیں گے اور ان میں سے ایک بھی ہوا تو نار خلیل کی طرح آگ سرد ہو جائے گی وہ ایک سلامت رہے گا اگر سلامتی چاہتے ہو تو ان جھوٹے آسروں کو چھوڑ کر اللہ کی رسی کو تھامو اللہ پر اعتبار کرنا سیکھو ارے تم تو اللہ کو بھی ونڈہ ڈالتے ہو تم سمجھتے ہو کہ

ہم یہ جھوٹ موٹ نمازیں پڑھ کر اور مکر کے ساتھ ذکر کر کے حلیہ بنا کر تم جس طرح بھاڑے والی جینس چو لیتے ہیں ہم بھا ڈال کر اللہ سے فائدہ اٹھا لیں گے اللہ جانتا ہے ان باتوں کو یہ نہ روزے کا بھاڑہ مت ڈالو ذرہ کسی نے کہہ دیا جی فلاں گدھی ہاتھ لگاؤ تو ہاتھ کا پھوڑا ٹھیک ہو جائے گا سارا دن گدھی کے پیچھے بھاگتے ہیں تو نماز پڑھنے کا کیا فائدہ ہو گا۔ اللہ جانتا ہے کہ تمہارا یقین تو وہاں چلا گیا تو تمہارے سجدوں کو اللہ کیا کرے گا سجدے کی بنیاد تو وہ یقین تھا جو عظمت الٰہی پہ تھا ورنہ تو یہ ورزش رہ جائے گی اٹھنا بیٹھنا رہ جائے گا اس میں سے وہ یقین وہ خلوص منفی کر دو تو باقی تو ورزش رہ جاتی ہے۔ تو میرے بھائی ایک بات میں بڑی واضح کہہ دوں اور آج اتفاق سے ناظم اعلیٰ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں بے شک ساری جماعت کو کہہ دیں جس کا اعتبار اللہ پہ نہیں ٹھہرتا وہ کم از کم ہماری دال روٹی خراب نہ کرے ہم صرف ان لوگوں کے کام کے جو اللہ سے اپنی آشنائی پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ ہم کسی کام کے نہیں ہیں نہ ہم میں کوئی برکت ہے نہ ہم میں کوئی کرامت ہے نہ ہمارے اختیار میں کوئی اگر اختیار میں ہوتی لوگوں کو صحت دینے کی بجائے اپنی صحت پہلے ٹھیک کرتے لوگوں میں دولت بانٹنے کی بجائے خود پہلے کروڑ پتی ہوتے خود مزدوری کر کے روٹی کھاتے ہیں جو اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے۔ بیمار ہوتے ہیں دوا لیتے ہیں علاج کراتے ہیں سوتے ہیں جاگتے ہیں عام انسان ہیں جو انسانی زندگی گذرتی ہے صرف ایک بات ہے اللہ کو جانتے بھی بحمد اللہ مانتے بھی الحمد اللہ اور اس پر یقین بھی ہے وہ غیر متزلزل یقین جو ہمیں کسی بڑے سے بڑے سلطان کے سامنے بھی جھکنے نہیں دیتا اور یہ اللہ کا احسان ہے اور یہ زمین بھی گواہ ہے کہ یہ اللہ کی توفیق سے ہم نے ملک کے سربراہ کو بھی کہا تھا کہ مانگنے کے لیے صرف اللہ کا دروازہ ہے اور آج بھی وہی مسلک ہے اور اسی جگہ پر قائم ہیں الحمد اللہ ان لوگوں کے لیے حاضر ہیں جو اللہ سے اس طرح کا تعلق قائم کرنا چاہیں جنہیں ندی نالوں میں

حق و باطل

مولانا محمد اکرم اعوان

ہر شعبہ زندگی میں رب جلیل نے ایک نظام بنا دیا ہے اور وہ نظام ہے کہ جب تک اللہ اس کائنات کو باقی رکھنا چاہتا ہے تب تک صرف وہ چیزیں باقی رہتی ہیں جو بقائے حیات کا سبب بنتی ہیں اور جتنی ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو حیات کو نقصان پہنچانے والی اس نظام کے پہیئے کی گردش میں رکاوٹ ڈالنے والی ہوتی ہیں وہ وقتی طور پر خواہ کتنی بھی طاقتور نظر آئیں باقی نہیں رہتیں جس طرح یہ مثال دی گئی ہے۔

جیسے اللہ کریم بارش نازل فرماتے ہیں وہ حیات نو کی نوید لاتی ہے سبزہ پھوٹتا ہے شاخیں ہری ہوتی ہیں لیکن آپ نے غور نہیں فرمایا کہ جب نالے بھر کر بہتے ہیں تو ہزاروں طرح کے خس و خاشاک کو جھاڑیوں کو درختوں کو ٹہنیوں کو بے شمار نباتات کو وہ اپنے ساتھ بہا کر توڑتے پھوڑتے لے جا رہے ہوتے ہیں یہ تو سب کچھ ہر انسان دیکھتا ہے کہ بارش سے سبزہ ہوا فرمایا اس پر بھی غور کرو کہ بارش سے پہلے کتنے درخت کتنی روئیدگی کتنی چیزیں تباہ و برباد ہوئیں اور وہ انہیں بہا کر لے گئیں اور **فاحتمل السیل زبدا رابیا** پھر آپ دیکھتے ہیں کہ نالوں کے سروں پہ صرف جھاگ سا جمع ہوا رہ جاتا ہے ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر خس و خاشاک کو تباہ کر دیتا ہے۔

لیکن دیکھو مختلف دھاتوں کو گرم کرتے ہو چولہے میں ڈالتے بھٹی میں ڈالتے ہو کبھی زیور بنانے کے لیے یا کسی اور غرض سے زبد مثلہ ویسا ہی جھاگ وہاں جو اس میں خالص اجزا ہوتے ہیں وہ دھات بن جاتے ہیں جو بقا کا سبب ہوتے ہیں وہ دھات بن جاتی ہیں جو اس میں کھوٹ کھاٹ اس کی خرابی کا سبب اور اس میں جو آمیزش ہوتی ہے وہ جھاگ بن کر اوپر آ جاتی ہے بالکل اسی طرح یہی مثال ہے۔

کذلک یضرب اللہ الحق والباطل ○ یہی مثال حق و باطل کی ہے باطل ہزار طاقتور ہو باطل ہزار نظریات پیش کرے باطل ہزار حیلے اور بہانے کرے لیکن جب حالات کی بھٹی کی تپش آتی ہے تو باطل جھاگ بن جاتا ہے حق ہمیشہ باقی رہتا ہے جہاں یہ ہماری زندگی اور دنیوی امور کی رہنمائی متعین کرتا ہے آپ دوسرے کو چھوڑ دیجئے آپ اپنی زندگی کا تجزیہ کیجئے۔ تو جہاں جہاں ہم سے غلطیاں ہوئی ہیں جہاں جہاں ہم نے ٹھوکریں کھائی ہیں جہاں جہاں ہم نے آمیزش کی ہے حیلوں کی بہانوں کی گناہوں کی غلطیوں کی تو ہماری پوری زندگی کو بھٹی میں تپنا پڑا باقی صرف وہی رہا جو حق تھا۔ جو کچھ اس میں آمیزشیں کیں کسی نے دولت میں آمیزش کی تو اس سے کبھی وکیل لے گئے کبھی ڈاکٹر لے گئے کبھی کسی اور صورت میں نکل گیا بیماری طوفان مقدمہ کسی اور صورت میں چلا گیا کسی نے نظریات و عقائد میں کی تو آج تک یہ تاریخ انسانی کی حقیقت ہے کہ کبھی باطل نظریات ایک جگہ پر ٹک کر نہیں رہ سکے آپ کسی باطل مذہب کی تاریخ دیکھیں ہندوؤں سکھوں سے لے کر جین مت تک اور آریاؤں سے لے کر بدھ مت تک جتنے ہمارے اس علم میں ہیں اور بے شمار وہ جنہیں ہم نہیں جانتے یا یہودیت یا عیسائیت ہی کو دیکھ لیں تو کبھی بھی دس سال بھی ٹک کر ایک نظریے پر نہیں گذار سکے جو نظریہ بھی جس باطل طبقے نے پیش کیا وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا پھر انہیں اس کے

ساتھ سپورٹیں جیپ دینے پڑے اس کی مدد کے لئے ساتھ اور عقیدت ایجاد کرنے پڑے صرف اگلوں نے ایک اور ایجاد کیا اس طرح وہ عجیب تماشا بنتا چلا گیا اب اس عقیدے کی چھان پھٹک کی جائے آج کی عیسائیت ایک صدی پہلے کی عیسائیت سے موزانہ کریں یا تو یہ کفر نظر آئے گا یا یہ کفر نظر آئے اتنا ان میں فاصلہ ہو گیا ہے جتنا اسلام اور کفر میں ہوتا ہے ایک دوسرے کی ضد نظر آتے ہیں اسی طرح تمام باطل مذاہب کا اگر آپ مطالعہ فرمائیں تو اس کا عقیدہ آج سے پچاس سال پہلے کیا تھا آج سے سو سال پہلے کیا تھا تو آپ کو نظر آئے گا کہ وہ جو جو نظریہ پیش کرتے رہے اس میں بقا نہیں تھی اس میں حیات کو جاری رکھنے کی صلاحیت نہیں تھی کیونکہ وہ باطل تھا تو وہ جھاگ کی طرح بیٹھتا گیا اور پھر اپنے اس انبوہ کو اپنی جماعت کو اپنے ایک خاص طبقے کو قائم رکھنے کے لیے انہیں نئے نئے نظریات ساتھ ایجاد کرنے پڑے آپ سکھوں کی تاریخ پڑھ لیں تو جو نظریہ ان کے پہلے گرو نے پیش کیا ہے وہ بعد میں آنے والے گرو کی سمجھ میں بھی نہیں آیا اور بعد میں آپ دیکھ لیں تو تب سے اب تک۔

دوسری بڑی عجیب بات یہ ہے کہ آپ اگر باطل مذاہب کے پیرو کاروں کو دیکھیں تو ان میں صرف اشتراک ہوتا ہے مذہب کے نام کا ہر فرد کے نظریات جدا ہوتے ہیں آپ دور مت جائیے آپ قادیانی اور شیعہ حضرات کو دیکھ لیجئے اور ایک ایک فرد سے الگ الگ بات کیجئے جتنوں سے بات کریں گے اتنوں کے نظریات آپ کو الگ نظر آئیں گے سب نے اپنے اپنے خیال کے مطابق گھڑ رکھا ہو گا اس لیے کہ اس میں بقا نہیں ہے اسی مثال کو رب جلیل نے دین پر صادر فرمایا ہے۔

کہ دین میں بھی تک سیدھے کھرے رہو بقا اسی کو ہے جو حق ہے اور حق وہ ہے جو اللہ نے نازل فرمایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا اب اسمیں کوئی اپنے آپ کو بزرگ کہلوانے کے لیے یا اپنی پیری قائم رکھنے کے لیے کوئی پیسوں کی آمدن کا ذریعہ قائم رکھنے کے لیے اپنا وقار قائم رکھنے کے لیے رسومات داخل کرے گا تو ان رسومات کو کبھی دوام نہیں ہو گا اور یہ قانون فطرت ہے کہ وہ مٹتی رہیں گی فنا ہوتی رہیں گی اور پھر ان کی جگہ نئی رسومات بنانی پڑیں گی وہ فنا ہو جائیں گی آنے والے کو پھر کچھ نئی بخ لگانی پڑے گی تو باطل مٹتا رہے گا تباہ ہوتا رہے گا یہی بقائے حیات کا راز ہے کہ غیر مفید چیز یا مانع جو چیز ہوتی ہے حیات کو' وہ مٹتی رہتی ہے وہ رہتی نہیں اور مٹنے والی چیز کے ساتھ جو اپنے آپ کو وابستہ کر لے گا ڈوبنے والی کشتی کا سوار اپنے بچنے کی امید کیسے رکھتا ہے۔

بالکل یہی بات سلوک اور تصوف پہ بھی صادق آتی ہے یہاں بھی بعینہ وہ چیز جو متقدمین سے چلی آ رہی ہے وہ نفع دے گی وہ فائدہ دے گی وہ ہدایت کا سبب بنے گی وہ قوت کا سبب بنے گی اور استقامت کا سبب بنے گی جہاں اس میں اپنے کسی فائدے کی خاطر یا اپنی ذات کے کسی خواہش کی تکمیل کے لیے اس میں کوئی بھی ملاوٹ کرے گا وہ ملاوٹ نہ صرف خود تباہ ہو گی بلکہ اس شخص کو بھی تباہ کر دے گی جس کا مدار جس کا پینڈ جس کا پاؤں اس ملاوٹ پر کھڑا ہو گا یہ قانون ہے فطرت کا اس لیے آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے معروف سلاسل تصوف میں ڈھول باجے رہ گئے عرس' اور کھانا پینا اور اکٹھا ہونا نہ ان میں نیکی رہی نہ اس میں ورع رہا نہ تقویٰ رہا اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ آج سے بیس سال پہلے کے عرس کی حالت دیکھی جائے اور آج کے اجتماع کی صورت حال دیکھی جائے تو آپس میں ان کا کوئی تطابق نہیں ہو گا پہلے بزرگوں کے جو نظریات ہیں ان کو دیکھا جائے بعد میں آنے والوں کو دیکھا جائے تو ان کے نظریات میں کوئی تسلسل نہیں ہوتا۔

لیکن حق میں یہ دوام ہے کہ اللہ کے بارے جو اطلاع آپ علیہ الصلوۃ و السلام نے دی وہی ذات و صفات باری کے بارے اطلاع دی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ جو خبر پہلے نبی نے دی آخری نبی علیہ السلام نے وہی اطلاع بھی

دی حساب کتاب کا جو فلسفہ پہلے نبی علیہ السلام نے دیا آخری نے بھی وہی دیا احکام بدلتے رہے عبادات میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں تاریخ میں موجود ہے کہ بعض انبیاء کی بعثت میں صدیوں کا فاصلہ حائل ہے اور پہلے نبی کے حالات کو جاننے والا دنیا میں کوئی نہیں رہا تھا پہلی کتابوں کو جاننے والا کوئی نہیں رہا تھا لیکن جب نیا نبی اور رسول آیا نئی کتاب آئی تو وہی عقائد وہی نظریات توحید و رسالت کے بارے یا فرشتوں کے بارے یا جنت و دوزخ کے بارے وہی حساب و کتاب کے بارے سارا فلسفہ پھر سے الف سے ی تک بعینہ وہی اس نے دہرا دیا اس لیے کہ حق میں دوام ہے لیکن اس کے ساتھ جتنی باطل کی آمیزش ہوتی ہے فرمایا جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہے۔

اب تصوف کیا ہے تصوف حقیقتاً اس حق کو دل میں جاگزیں کرنے کی کوشش ہے جو بعینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کو ملا انسانیت کو نصیب ہوا نہ صرف ان باتوں کو نہ صرف ان الفاظ کو بلکہ ان الفاظ میں اور ان ارشادات میں جو کیفیات ہیں۔ دیکھیں ایک آدمی کہتا ہے مجھے پیاس لگی ہے یہ ایک جملہ ہے لیکن اس جملے میں ایک کیفیت کنوے Convey کرتا ہے پیاس کی ایک حالت دوسرے کو سمجھانا چاہتا ہے کہ میرا حال کیا ہے مجھ پر کیا بیت رہی ہے وہ یہ سمجھانا چاہتا ہے ایک شخص کہتا ہے کہ یہ پانی یا یہ مشروب یہ گلاس لسی کا پی کر میرا دل ٹھر گیا میری پیاس ختم ہو گئی بظاہر تو یہ ایک جملہ ہے لیکن پینے کی جو اس پر اثر مرتب ہوا جو کیفیت اس پر مرتب ہوئی وہ دوسرے کو سمجھانا چاہتا ہے تو یہاں صرف سمجھنا نہیں ہے ان کیفیات کو بلکہ دین یہ ہے کہ ارشادات باری میں اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کیفیات موجود ہیں انہیں صرف سمجھا نہ جائے بلکہ وہ حال بن جائیں کہ جب بارگاہ نبوت سے پتہ چلے کہ پیاس کا لفظ ارشاد ہوا ہے تو آدمی کو پیاس لگ جائے یعنی صرف یہ نہیں کہ اسے صرف پیاس کا معنی سمجھ آئے اسے پیاس لگ بھی جائے جب سیرابی کا لفظ چلے صرف یہ نہیں کہ وہ سیرابی کا معنی سمجھ رہا ہو بلکہ تصوف یہ ہے کہ وہ سیرابی کی کیفیت اس پر وارد ہو وہ سیراب ہو بھی جائے اب جو شخص حق کے اتنا قریب تر جانا چاہتا ہے کہ اس کے اپنے دل کے اندر اتار لینا چاہتا ہے اور یہی مقصد حیات ہے انسانی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ مفسرین لکھتے ہیں اہل ۔یعرفون۔ کہ وہ مجھے پہچان لے میں کیا ہوں میں کون ہوں میرا کمال میری ذات میری شان میری بلندی کیسی ہے میری قدرت کاملہ کیسی ہے اس کی کیفیت کیا ہے تو اتنے بڑے اتنے اہم اور اتنے نازک کام کے لیے اب دل میں صرف وہی کیفیت اترے گی جو حق ہے اس کے ساتھ اگر کوئی باطل ملائے گا اس کے ساتھ اگر کوئی رسومات ملائے گا اس کے ساتھ اگر کوئی خرافات ملائے گا تو وہ صرف خرافات ہی جھاگ کی طرح اڑ نہیں جائیں گی وہ ملانے والا بھی نظر نہیں آئے گا یہ قانون ہے قرآن حکیم نے ایک اصول دے دیا۔

فرمایا کذلک یضرب اللہ الحق و الباطل ○ یہی مثال دیتا ہے اللہ حق اور باطل کی۔

ہم ایک دفعہ چکوال میں تھے حضرت رحمتہ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے اور بات ساتھیوں میں چل رہی تھی تسبیحات کی اور یہی تسبیح جو احدیت پہ پڑھی جاتی ہے الھکم الہ واحد۔ وحدہ لا شریک لک یا اللہ اس پر کسی ساتھی نے منطق کے اعتبار سے یا صرف و نحو کے اعتبار سے بات کی یہ کوئی صحیح جملہ نہیں بنتا آدمی بات کرتا ہے الھکم الہ واحد تمہارا اللہ واحد۔ ہے تمہارا معبود اکیلا ہے۔ وحدہ وہ اکیلا ہے لا شریک لہ تو وہ جملہ بھی کیونکہ پہلا بھی واحد غائب کا صیغہ ہے تو پھر اس کے ساتھ اگلا صیغہ واحد غائب کا ہونا چاہیے وحدہ لا شریک لہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اگر آخری جو ہے وہ واحد متکلم کا ہے تو پھر پہلا بھی واحد متکلم ہونا چاہیے وحدک لا شریک لک یا اللہ تو یہ

کسی طرح مزے دار جملہ نہیں بنتا تو وہ صرف کی بحث اور وہ عربی گرائمر کی بحث تو چلتی رہی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا حضرت نے فرمایا بھئی دیکھو ہمیں اس سے گرائمر نہیں سیکھنی ہمیں اس سے برکات اور کیفیات لینا ہے اور متقدمین کے لب ہائے مبارک سے یہ جملہ اسی طرح نکلا ہے جن کی برکات کا امین یہی ہے ہم اس میں گرائمر کی تبدیلی کریں گے تو اس میں گرائمر کا حسن تو آ جائے گا لیکن وہ برکات جو ان کی زبان سے ادا ہونے کے ساتھ پیوست ہو گئیں وہ کھو بیٹھیں گے ہم سے وہ چلی جائیں گی اب یہ ایسا کیوں ہے تو فرمایا جنہوں نے فرمایا وہ ہم سے بڑے آدمی ہیں انہوں نے کیوں تبدیل نہیں کیا یعنی ان پڑھوں سے نقل ہو کر ہم تک نہیں پہنچا بلکہ جن سے ہمیں نقل ہوا ہے ان کا علمی مقام بھی بڑا بلند تھا انہوں نے کیوں نہیں تبدیل کیا۔ بلکہ متقدمین تو اس طرح کرتے تھے۔

کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتہ سل کر آیا اس کے بازو جو تھے وہ لمبے تھے تو آپ نے جب زیب تن فرمایا تو اس کے بازو لمبے تھے تو آپؓ نے فرمایا چھری لاؤ چھری منگوائی گئی تو آپؓ نے ہاتھ پیچھے نکال کر بازو آگے کر لیا فرمایا یہاں سے عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا یہاں سے پکڑو اور آپؓ نے درمیان سے کاٹ دیا تو اس نے کہا ابو قینچی منگوا لیتے اور سیدھا صاف کترا جاتا کٹائی ہی کرنا تھا چھری سے کاٹنے کا کیا فائدہ فرمایا ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کے بازو لمبے تھے تو میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری سے کاٹے تھے یعنی اس حد تک قدم بقدم چلنے کا نام تصوف ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حجتہ الوداع کو تشریف لے گئے تو راستے میں ایک درخت کے نیچے سے راستہ گذرتا تھا اور اس کی شاخیں کسی قدر اتنی جھکی ہوئی تھیں کہ سواری کا اونٹ گذرتا تو سوار کے شاخوں سے الجھنے کا اندیشہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں سے گذرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پالان پر جھک گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری زندگی یہاں سے گذرتے تو جھک جاتے جب آپ کی آنکھیں نہ رہی تھیں تب وہ درخت بھی نہیں رہا تھا عمر رسیدہ ہو کر گر گیا یا کاٹ دیا گیا لیکن آپؓ کو اس حد تک یاد تھا بینائی نہ ہونے کے باوجود اونٹ پر سوار جب اونٹ وہاں سے گذرا تو آپؓ جھک گئے تو کسی نے کہا کہ حضرت اب تو یہاں درخت ہے ہی نہیں آپ کی تو بینائی نہ رہی آنکھیں نہ رہیں اب تو یہاں درخت نہیں فرمایا میں درخت سے بچنے کے لیے نہیں کرتا درخت ہے یا نہیں ہے یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح گذرتے تھے درخت ہویا نہ ہو مجھے تو کوئی سرو کار نہیں ہے میرا تو منشا اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے اس طرح کر کے گذرے تھے درخت ہے یا نہیں ہے اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔

تو اس طرح سے یہ تو اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ وہ کسی کو اس نعمت کے لیے چن لے اور اس کے دل میں اس کا داعیہ ڈال دے اور اس کے دل میں اس کا شوق ڈال دے اور اس سے اس کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ جہاں یہ شوق دے وہاں ویسے افراد اور ویسے لوگ مہیا کر دے کیونکہ یہ پھر بہت بڑا مرحلہ ہوتا ہے ایسے لوگ دنیا میں گذرے ہیں جنہیں شوق تو نصیب ہوا لیکن ایسے افراد نصیب نہ ہوئے اور وہ ساری زندگی سیاحت کرتے اور سفر کرتے تلاش کرتے گذر گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدۃ والعشی یریدون وجھہ ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ افروز ہوئے تو کچھ صحابہ بیٹھے ہوئے ذکر کر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں جلوہ افروز ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ کا

کتنا بڑا احسان ہے کہ مجھے جن لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا وہ لوگ بھی عطا کر دیئے۔

تو سب سے بڑا احسان ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں جس میں بڑے بڑے پڑھے لکھے بڑے بڑے دولت مند بڑے بڑے صحت مند بڑے بڑے خوبصورت بڑے بڑے خوش شکل بڑے بڑے خوش الحان بڑے بڑے خوش ذوق لوگ موجود ہیں ہزاروں خامیوں ہزاروں کمزوریوں ہزاروں نالائقیوں کے باوجود اس نے یہ سعادت تو بخشی کہ اس فن کا شوق عطا کر دیا۔ اب اگر یہ ذوق عطا کر دیا تھا اور یہ افراد نہ ملتے احباب نہ ملتے یہ طریقہ نہ ملتا ایسے لوگ نہ ملتے تو بالکل یہی حال ہوتا جیسے بیچ صحرا کے کسی پیاسے کو پیاس میں مبتلا کر کے چھوڑ دیا گیا اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ پھر اس نے ایسے لوگ ایسے ایسے افراد ایسے احباب ایسی جماعت ایسا ادارہ ایسا طریقہ عطا فرما دیا یہ بہت بڑا احسان ہے اب اگر یہاں آ کر ہم اس میں آمیزش کریں ہم اس میں رسومات ملائیں یا ہم اس میں اپنی بڑائی داخل کریں یا ہم اس میں پیری کی خواہش کو لے آئیں یا ہم اس میں بزرگی کی آرزو کو جمع کر لیں تو اندازہ کریں کتنی بڑی ناشکری ہو گی اور اس ناشکری کی جو گرفت ہے وہ اپنی جگہ اللہ معاف فرمائے ہو گا یوں کہ اس میں جو آمیزہ یا ملاوٹ کی جائے گی اس کے لیے بقا نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھ ہمیں بھی بہا لے جائے گی۔

فرمایا جو بھی جھاگ ہوتا ہے سوکھ کر ختم ہو جاتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔

اور جو بقائے حیات کا سبب ہوتا ہے جو انسانیت کے نفع کا بقائے حیات کا جو سبب ہوتا ہے بامحاورہ ترجمہ کریں تو یہ بنے گا کہ جو چیز بقائے حیات کا سبب بنتا ہے۔

فیمکث فی الارض وہ زمین پر جم جاتا ہے ٹھہرا رہتا ہے اسے قرار نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تو اسی طرح مثالوں سے بات واضح روشن اور کھری کھری بتا دیتا ہے۔

للذین استجا بو الربھم والحسنی اصل بات فرمایا یہ ہے کہ جنہوں نے رب کی بات مانی نیک انجام نیکی یا حسن انہی کا نصیب ہے اور جو اپنی منوانا چاہیں نہیں بنتی بات کسی بھی مقام پر حاصل یہ ہے کہ جنہوں نے رب کی بات مانی وہ کمال کو پہنچ گئے جنہوں نے اپنی منوانا چاہی اسی بات کے ساتھ فنا ہو گئے۔

جنہوں نے اللہ کی بات مانی نہیں اور اپنی اس میں رسومات داخل کیں اب انہیں اگر وہ ساری دنیا ایک شخص کو مل جائے جو کچھ دنیا میں ہے اسے دوگنا کر کے کسی ایک ایسے آدمی کو دے دیا جائے جو باطل پر ہے وہ اسے بچا نہیں سکے گا اس اللہ کی گرفت سے قانون فطرت سے یا آخروی مواخذے سے کہیں سے بھی وہ بچ نہیں سکے گا اسے بہت سخت جوابدہی سے گذرنا ہو گا بہت کڑے حساب سے بہت سخت حساب سے اور یہ طریقہ انسان کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے اس کا انجام جہنم ہوتا ہے۔

جہنم صرف کہنے سننے کی نہیں بہت بری جگہ ہے سخت ترین۔ تو تصوف کا حاصل یہ ہے کہ دیانت و امانت اور خلوص کے ساتھ وہ کیفیات حاصل کی جائیں جن سے بندہ اپنا محتاج ہونا اپنا کمزور ہونا اپنا نہ ہونا اپنا ہونا نہ ہونے کے برابر ہونا جو ہے وہ دل میں راسخ ہوتا چلا جائے اور عظمت و جلالت الہی قدرت کاملہ اللہ کی طرف سارے کمالات اور اللہ کی طرف سارے احسانات منسوب ہوتے جائیں اگر میں کام کر رہا ہوں اس میں میرا کمال نہیں ہے۔

منت من کہ خدمت سلطان ے کنی

یہ احسان نہ کر کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے

منت بداں کہ بخدمت گذاشتن

یہ اس کا احسان ہے کہ اس نے تجھے اپنی خدمت پر لگا دیا تیری جگہ وہ لاکھوں ملازم رکھ سکتا ہے نوکر کا احسان مالک پہ نہیں ہوتا کہ میں اتنا عرصہ نوکری کرتا رہا احسان اس کا ہوتا ہے کہ وہ

اتنا عرصہ ایک آدمی کو برداشت کرتا رہا اسے چھوڑ کر دوسرا، تیسرا رکھ سکتا ہے اس کے دروازے پہ تو پچاس کھڑے ہوں گے۔

تو یہ سوچنا کہ شاید ہم جماعت کی خدمت کر رہے ہیں یہ الٹا فلسفہ ہے حق یہ ہے کہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ وہ یہ کام ہم سے لے رہا ہے وہ چاہے تو کسی اور سے لے لے وہ جس سے چاہے لے لے وہ قادر ہے کہ ایک قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔

عسی ان یاتی اللہ بقوم کسی اور قوم کو لے آئے یحبھم و یحبونہ جن سے وہ بھی محبت کرے اور جو اس سے محبت کرتے ہیں لا یخافون لومۃ لائم باتیں بنانے والوں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہ کر محبت کا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ راسخ ہوتی ہے اور یہ کیفیات تصوف یا تصوف جس کا نام ہے یہ اول و آخر محبت ہے اور اللہ کی محبت کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ آدمی مجسم محبت بن جاتا ہے ہر ایک کے لیے حتیٰ کہ یہ بھی دیکھا کہ اچھے تو ہوتے ہی اچھے ہیں جو اچھے نہیں ہوتے انہیں بھی ان کے دامان شفقت میں جگہ ملتی رہتی ہے اور وہ شفقتیں وہ محبتیں لوگوں کے دلوں کو مزاجوں کو تبدیل کرتی چلی جاتی ہیں تو اپنے دل کا حال دیکھنا چاہیے اور اسے رطب و یا بس سے بچانا چاہیے رسومات سے احتراز چاہیے اپنی ہوشیاری دکھانے سے بچنا چاہیے اللہ کی رحمت کا انتظار اللہ کی رحمت کی امید اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل رحمت کا امیدوار ہونا چاہیے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی ریاست علی (گجرات) کا بیٹا بشارت علی ۲۸۔ اکتوبر کو وفات پا گیا ہے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ :- حق و باطل

جانا ہے وہ یہاں آنے کی بجائے سیدھے وہاں جایا کریں۔ آئندہ کوئی یہاں آ کر جائے گا تو پھر اسے واپس یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے یہاں واپس نہ آئے۔ اللہ کریم ہمیں ہدایت دے ہدایت پہ رکھے اور ہدایت پر خاتمہ نصیب فرمائے اور میدان حشر میں مسلمانوں کے ساتھ کھڑا ہونے کی توفیق دے۔

ضرورت سیلزمین

کام: جنرل سٹور

عمر: کم از کم ۲۰ سال

تعلیم: میٹرک یا کم

تنخواہ: ۲۰۰۰ (بغیر رہائش کھانا) یا ۱۶۰۰ (بشمول رہائش کھانا)

چھٹی: مہینہ میں ۲ چھٹیاں گھر جانے کے لئے

اوقات کار: صبح ۳۰-۸ تا عشاء (نمازوں کے وقفے)

پتہ برائے رابطہ:

اختر سعید گل

پبلک ہیلتھ ڈویژن قومی ادارہ صحت ۔ اسلام آباد

فون گھر: ۲۴۰۴۰۹ دفتر: ۲۴۰۵۴۴ ۔ EXT ۷

ایک ہی راستہ

مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام رب جلیل کا عطا کردہ وہ خوبصورت ضابطہ حیات ہے جس کی بنیاد اللہ سے محبت پر ہے اللہ کی مخلوق سے محبت پر ہے۔ اسلام سارے کا سارا حقوق کی نگہداشت کا نام ہے اللہ کا بندے پر کیا حق ہے اس کی نگہداشت کی جائے بندے کا بندے کے ساتھ کیا حق بنتا ہے اس کی ادائیگی کی جائے اور ظلم اور زیادتی ہمیشہ حقوق چھیننے کا یا دوسرے کا حق دوسرے کو دینے کا نام ہوتا ہے ظلم کی تعریف جو اہل لغت نے کی ہے وہ یہ ہے کہ وضع شیئی فی غیر محلہ۔ کسی چیز کو ایسے مقام پر رکھنا جو اس کا حقیقی مقام نہ ہو وہ ظلم کہلاتا ہے۔ اسلام بنیادی طور پر تمام مظالم کو مٹا کر ہر ایک کے حقوق کی تعین کرتا ہے حتیٰ کہ اسلام نے اپنا نہ ماننے والوں کو بھی انسانی حقوق دیئے کافر کی عزت و آبرو کافر کی جان اور مال بھی اتنی ہی شدت سے حرام ہے جتنی شدت سے کسی دوسرے انسان کی۔ اسے بھی زندہ رہنے کا حق دیا ہے پھر اسلام کسی پر تسلط کا نام نہیں بلکہ اسلام نے اپنے خوبصورت اصول بیان کئے اور انسانیت نے انہیں دل و جان سے قبول کیا۔ اسلام پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے مستشرقین کی طرف سے کہ اسلام تلوار سے پھیلا بڑی عجیب بات یہ ہے کہ اسلام جب ظاہر ہوا جب ظہور ہوا اسلام کا تو کوئی تلوار اسلام کے پاس سرے سے تھی ہی نہیں۔ دوسری مزے کی بات یہ ہے کہ ابتدائی تیرہ برس کی زندگی میں جہاد کی اجازت ہی نہیں تھی مقابلے کی اجازت ہی نہیں تھی بلکہ تیرہ برس صرف اور صرف برداشت کرنے کا حکم تھا جو زیادتی بھی کفر کی طرف سے ہوتی تھی اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور غیر مسلمانوں کو تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ان تیرہ برسوں میں اسلام قبول کرنے والے لوگ تیرہ سو برسوں میں مسلمان ہونے والوں لوگوں پر بھاری رہے حتیٰ کہ دنیا کا ہر ظلم انہوں نے برداشت کیا۔

آج ہم جس چوراہے پہ کھڑے ہیں ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے زیادہ ذلت و رسوائی کا شکار من حیث القوم صرف مسلمان ہیں دوسری اقوام اگر کسی جگہ دبی ہوئی ہیں تو کہیں ان کا زور بھی ہے کہیں ان کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو دوسری جگہ وہ بھی کسی پہ کر رہے ہیں لیکن مسلمان روئے زمین پر جہاں کہیں ہے وہ کفر اور شرک اور بے دینوں کے ظلم و جور کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے مسلمان حکومتیں عام مسلمانوں سے زیادہ غلامی کی ذلت کا سامنا کر رہی ہیں کہنے کو سلطنتیں ہیں حقیقتاً غلام ہیں کفار کے' یہود کے' نصاریٰ کے' سوشلسٹوں کے' دہریوں کے کسی نہ کسی کافر طاقت کے غلام ہیں ہاں بادشاہ ہیں تو صرف اپنے اہل وطن پر اور یوں نظر آتا ہے جیسے اس مصیبت سے نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ کچھ لوگ گھبرا کر یا جذبہ ایمانی سے مجبور ہو کر چھوٹے چھوٹے گروپوں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس کی شدت کو کم کریں یا اس تعطل کو توڑیں کہ مسلمانوں کو بھی کہیں سربلندی نصیب ہو۔ اپنی اپنی صوابدید کے مطابق۔

لیکن میری ناقص رائے میں ہمیں جو کرنا چاہیے ہم وہ نہیں کر پا رہے اس سے نکلنے کا راستہ ہے اور وہی راستہ ہے جو ابتدائے اسلام میں اللہ جل شانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنے کا حکم دیا تیرہ برس مسلمانوں نے دنیا کا ہر ظلم

برداشت کیا حتی کہ اس حد تک مجبور کر دیئے گئے کہ انہیں گھریا مذہب دو میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑا تو انہوں نے گھر چھوڑ دیئے جائیدادیں چھوڑ دیں اولادیں چھوڑ دیں رشتے چھوڑ دیئے اور اپنے ایمان کو سینوں میں لئے ہوئے ہجرت کر گئے ایک عام مسلمان ایک عام آدمی سے لے کر آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی ذات والا صفات تک کو ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن ہجرت بھی مشرکین کے مظالم سے نجات نہ دے سکی بلکہ اہل مکہ نے تیاری شروع کر دی کہ مدینہ منورہ پر ایسا بھرپور حملہ کیا جائے کہ اس اسلام کے نام ہی کو نابود کر دیا جائے چنانچہ رب جلیل نے دوسرا راستہ کھول دیا۔ اور فرمایا۔

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا اجازت دی جاتی ہے ان لوگوں کو جنہیں مسلسل قتل کیا جا رہا ہے اور اس لیے دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا جا رہا ہے اب انہیں مقابلے کی، ظلم کا ہاتھ پکڑنے کی، ظالم کا پنجہ مروڑنے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن کن لوگوں کو جن لوگوں نے تیرہ برس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کی اور اتنا پختہ ایمان حاصل کیا کہ دنیا جہان کی نعمتیں قربان کر دیں اور دین کو نہ چھوڑا۔ یعنی جہاد کے لیے پہلے مجاہد کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ جہاد کی اجازت تب دی گئی جب ایک پختہ کار تیرہ برس کی تربیت یافتہ جماعت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھی اب ان میں عقیدے کی پختگی تھی ان میں عمل کی پختگی تھی ان میں اللہ کے ساتھ عشق اور محبت کی پختگی یہ ساری چیزیں تو تھیں۔ وسائل دنیا ان کے پاس نہیں تھے من حیث الجماعت افرادی قوت کافروں کے مقابلے کی نہیں تھی اسلحہ کافروں کے مقابلے کا نہیں تھا مالی طاقت کفار کے مقابلے میں نہیں تھی وسائل نہیں تھے ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال تھے دینی علم سے ان کے سینے منور تھے نور نبوت کا پر تو ان کی پیشانیوں سے جھلکتا تھا اللہ کریم نے فرمایا مسلمان کا سارا زیور ہی یہی ہے ان کے پاس وسائل دنیا کوئی اہمیت نہیں رکھتے نور ایمان کے مقابلے میں اس لیے کہ جس نور کو لیکر جس درد دل کو لیکر جس جذبہ ایمانی کو لیکر اور جس درد دل کے ساتھ یہ میدان میں اترے ہیں۔

ان اللہ علی نصرھم لقدیر○ انہیں فتح دلانا اللہ فرماتا ہے یہ میرا کام ہے ان کی جگہ جنگ میں لڑونگا۔ ان سے مجھے ایمان کی وہ پختگی اپنے لئے عشق و محبت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اپنے دین پر فدا ہونے کا جذبہ چاہیے جو ان میں راسخ ہو چکا جو ان میں پختہ ہو چکا ان کا سرمایہ یہی ہے حالات دنیا میں کون اوپر آتا ہے کون نیچے جاتا ہے فرمایا یہ میرا کام ہے یہ میں ان اللہ علی نصرھم لقدیر○ مجھے یہ قدرت حاصل ہے کہ میں ان کی مدد کروں اور تاریخ گواہ ہے۔ کہ مٹھی بھر صحرانشینوں نے اقوام عالم کی تقدیریں بدل دیں زمانے کا رخ موڑ دیا تاریخ کا دھارا تبدیل کر کے رکھ دیا۔ آج مسلمانوں کے پاس کیا نہیں ہے آج مسلمانوں کے پاس افرادی قوت اقوام عالم کی نسبت زیادہ ہے دنیا میں جتنی قومیں بستی ہیں ان میں بحیثیت قوم سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے دنیا کے جتنے مادی وسائل ہیں ان میں سے امیر ترین یہودی لابی اور وال سٹریٹ کے تجزیے کے مطابق حالاں میرے خیال کے مطابق انہوں نے بہت زیادہ ڈنڈی ماری ہے بہت زیادہ بے ایمانی کی ہے بہت زیادہ جھوٹ بولا ہے لیکن وہ بھی ان کے پچھلے سال کا جو آیا تھا تخمینہ اس میں انہوں نے بھی کہا تھا کہ چھیالیس فیصد مادی وسائل جو ہیں وہ صرف ایک قوم کے پاس ہیں اور وہ مسلمان ہے اور باقی چون فیصد دنیا کی ساری قوموں کے پاس ہیں کسی کے پاس ایک فیصد کسی کے پاس دو فیصد کسی کے پاس پانچ فیصد اس سے زیادہ کسی کے پاس نہیں کہ باقی قومیں اتنی ہیں اور ایک مسلمان قوم جو ہے اس کے پاس چھیالیس فیصد ہے لیکن میرا اندازہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اسی فیصد وسائل ہیں دنیا کے رزق کے اور دنیا کی مادی دولت کے آپ مسلمانوں ریاستوں کا نقشہ سامنے رکھ کر دیکھیں گے تو آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں

گے کہ ہر اچھی بندرگاہ مسلمانوں کے پاس ہے ہر زرخیز میدان مسلمانوں کے پاس ہے ہر اچھا معدنی علاقہ سونے سے لے کر جواہرات تک اور تیل تک ہر چیز کی دولت جو ہے وہ مسلمان ممالک کے پاس ہے کفار کے پاس یا جلتے اور تپتے ہوئے صحرا ہیں اور یا جمے ہوئے سارے سال کے موسم۔ لیکن اگر ہم ان سے اتفاق کریں اور یہ قبول کرلیں کہ واقعی مادی وسائل جو اس وقت دنیا میں انسانیت کے قبضے میں اللہ نے دیئے ہیں ان میں سے چھالیس فیصد مسلمانوں کے پاس ہیں تو پھر بھی کتناپانسہ بھاری ہو جاتا ہے کہ ایک قوم کے پاس تو نصف ہے اور دنیا کی ساری قوموں کے پاس باقی نصف ہے اور وہ ساری طاقتور ہوں اور جس کے پاس افرادی قوت بھی زیادہ ہے وسائل بھی زیادہ ہیں وہ سب سے مغلوب ہو اور سب اس پر ظلم بھی کریں اسے ماریں پیٹیں بھی کوئی اس کی عزت و آبرو کی پرواہ نہ کرے اس کی بیٹیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جائے اور عجیب بات یہ ہے کہ دنیا کے تمام ادارے مل کر کبھی اس پر اظہار افسوس بھی نہ کریں۔ تو اس سے نکلنے کی بنیادی راہ وہی ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

سب سے پہلے تو لوگو! ہم اللہ سے اپنی وفاداری ثابت کریں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کریں اللہ کے دین سے ثابت کریں وہ دین جسے سیکھنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں وہ دین جس سے آج ہم واقف ہونا بھی اپنے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب سمجھتے ہیں۔ ارے مسلمان کا باپ مر جائے اسے جنازہ پڑھانے کے لیے بندہ تلاش کرنا پڑتا ہے وہ خود نہیں پڑھا سکتا کسی کا بیٹا مر جائے اسے یہ پتہ نہیں ہے کہ اسے غسل کیسے دینا ہے اسے تلاش کرنا پڑتا ہے کہ کوئی تلاش کرو جو مردے کو غسل دینا جانتا ہو ارے جو باپ کا جنازہ نہیں پڑھ سکتا جو مرے ہوئے بیٹے کو غسل نہیں دے سکتا اسے دین کی کیا خبر ہے اسے کیا پتہ ہے مسلمانی شے کیا ہے اسلام کیا ہوتا ہے؟ آپ سحری کو بیٹھ کر سیے میں نہیں سمجھتا کہ شہر بھر کی ساری مساجد سے جو صلوۃ و سلام پڑھا جا رہا ہوتا ہے کم از کم مجھے آج تک اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی ایک شخص بھی صحیح درود پڑھتا ہو تو اتنا تکلف بھی نہیں کیا جاتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود وہ پڑھنا چاہتا ہے اس کے الفاظ کیا ہیں اور اس کے الفاظ کا مفہوم کیا ہے ان کو صحیح تو کر لوں ارے عربی میں تو ایک زیر زبر سے کفر اور اسلام کا فاصلہ پڑ جاتا ہے آپ سورۃ فاتحہ میں انعمت علیھم پڑھتے ہیں اس ت پر پیش ڈال دو تو پڑھنے والا کافر ہو جائے گا اور معنی بن جائے گا جن پر میں نے انعام کیا انعمت علیھم۔ تو ت کلات کہنا کفر اور اسلام کا فاصلہ پیدا کر دے گا۔ کبھی کسی نے اتنا احساس بھی کیا ہے کہ اس نے زندگی بھر اپنی سورۃ فاتحہ کی اصلاح بھی کی ہو کسی پڑھے لکھے آدمی کے پاس بیٹھ کر اس کی زیر زبر یاد کی ہو اسی اسی برس کے پرانے نمازیوں اور جو روزانہ شام کو لڑ رہے ہوتے ہیں روزے کی افطاری پر روزے پر کوئی نہیں لڑتا لڑائی اس بات پہ ہوتی ہے کہ میری بات مانی جائے اور دوسرے کی اس بات پہ ہوتی ہے کہ تمہاری کیوں مانی جائے میری مانی جائے اللہ کے لیے اللہ کے دین کے لیے روزے کے اوقات کے لیے لڑائی نہیں ہوتی۔ یعنی جو عبادت اللہ کی عظمت کے اظہار کا بڑا سبب تھی اسے بھی ہم نے اپنی ذات کی نمائش کے لیے بنا لیا۔ ارے جب مسلمان اللہ سے ایسی وفا کرے گا تو اللہ کی طرف سے اس کے ساتھ نصرت آئے گی اور فرشتے آئیں گے اس کی مدد کو اس پر رحم کیا جائے گا۔

بندوق اٹھانے سے پہلے قرآن اٹھاؤ بندوق اٹھانے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو پڑھو سر کو اکڑانے سے پہلے اسے جھکانا سیکھو اپنی پیشانیوں پر تکبر کی چمک لانے سے پہلے نیاز مندی اور عجز کے سائے پھیلا دو اللہ کی بارگاہ میں اللہ سے وفا کرنا سیکھو گے تو اللہ تمہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی زندگی بھی اور موت بھی عزت کی دیں گے آپ کبھی کسی اللہ والے کو ذلت کی موت سے دو چار ہوتا نہیں دیکھیں گے۔ ہمیشہ

عزت و آبرو سے جیتے ہیں عزت و احترام سے دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ پس زندگی میں بھی اگر انہیں کوئی یاد کرتا ہے تو احترام سے کرتا ہے جب کہ بڑے بڑے سلطان تماشہ گاہ بن جاتے ہیں بڑے بڑے بادشاہوں کے مقابر سیر گاہوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ان کی مدد اتنی ظاہر و باہر اور ڈنکے کی چوٹ کیوں کی جا رہی ہے اور انہیں یہ حکم دیا جا رہا ہے اجازت دی جا رہی ہے کہ نکلو میدان میں میں بھی تمہارے ساتھ ہوں نبڑ لوں گا کافروں سے نبڑ لیں گے دیکھیں گے کہاں تک بھاگتے ہیں فرمایا اس لیے کہ

اخر جوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ

انہوں نے دنیا کی ہر نعمت چھوڑ دی مگر انہوں نے اپنا پروردگار اللہ ہی کو مانا ان کا سرنیاز کسی دوسرے کے سامنے خم نہیں ہوا ان کا دست سوال میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے دراز نہیں ہوا صرف اس بات پر اہل مکہ نے تو کہا تھا کہ کچھ لو اور کچھ دو پہ سمجھوتہ کر لیتے ہیں ہم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کو اپنا معبود نہیں مانتے تو ہم اس کی تردید کرنا چھوڑ دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا چھوڑ دیتے ہیں مسلمانوں کو ایذا دینا چھوڑ دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اتنی نرمی فرمایئے ہمارے بتوں کی تردید کرنا چھوڑ دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کو پوجتے رہیں ہم اپنے بتوں کو پوجتے رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بتوں کی تردید کرنا چھوڑ دیجئے اس بات پہ صلح کر لیتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم کر سکتے ہو کہ تمہارا مذہب خود تمہارا بنایا ہوا ہے میں نہیں کر سکتا کہ میں وہ کہتا ہوں جو اللہ رب العزت مجھے کہنے کا حکم دیتے ہیں اس لئے جو حکم ہو گا وہ بات کہی جائے گی۔ کر لیتے سمجھوتہ۔ آج تم ہم نے تو کر لیا ہے ہم نے سمجھوتہ ہی نہیں کیا ہمیں کافر کی غلامی سے نجات ملے تو نماز بھی ادا کرتے ہیں عبادت بھی کرتے ہیں اگر فرصت نہ ملے تو ہم اللہ کی عبادت چھوڑ دیتے ہیں ارے سارا قران غلط پڑھ جاؤ کوئی روکنے والا نہیں ملے گا سوائے ان درویشوں فقیروں کے جو مساجد میں رلتے ہیں اور زندگی کی نعمتوں سے محروم اور معاشرے کی حقارت کی زد میں ہوتے ہیں ان میں سے کوئی بول اٹھے گا جو اپنے آپ کو سفید پوش اور شریف کہتے ہیں انہیں عربی میں گالیاں دینی شروع کر دو یہ کہتے ہیں قرآن پڑھ رہا ہے انگریزی کا کوئی جملہ غلط بولو تو سہی تمہاری گردن پکڑ لیں گے یہ غلط کہا ہے آپ نے۔ یعنی سارا زور جو ہے پوری قوم کا وہ کفار کی مشابہت پر ہے یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شکل بنانا گوارا نہیں کرتے مسلمان کو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شکل بناتے شرم آتی ہے اور یہودی اور نصرانی جیسی شکل بنا کر اس پر فخر کرتے ہیں۔ مسلمان کو تو جینے اور مرنے میں زندگی کے سارے نظام۔ ارے۔ مسلمان حکومتیں سود کھاتی ہیں کیوں۔ کافرانہ نظام سود کا ہے تو ہم اس سے الگ کیسے ہو سکتے ہیں آپ کا خیال ہے کہ سود خواروں کو اللہ کفار پہ فتح دے گا کسی کو کسی پر فتح دے گا پلیدی سے پلیدی کو پاک کیا جاتا ہے ناپاکی سے ناپاکی کو صاف کیا جاتا ہے غلاظت سے غلاظت دھوئی جاتی ہے سود خواروں سے سود خواروں کو فتح دے گا؟ دونوں سود خوار ہیں جس کے پاس وسائل زیادہ ہوں گے وہ ظلم کر لے گا جس کے پاس کم ہوں گے اسے ظلم سہنا ہو گا اللہ کے نزدیک دونوں جوابدہ ہیں۔ جو شخص سود کھا سکتا ہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں ارے اللہ نے فرمایا کہ سود کھانے والے کا اعلان جنگ ہے میرے خلاف اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سود کھانا اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اعلان جنگ کرنا ایک مفہوم رکھتا ہے۔ یہاں میرے پاس بھی لوگ آ جاتے ہیں جی آپ سفارش کر دیں ہم فوج سے ڈسچارج ہو جائیں دو لاکھ روپیہ مل جائے گا گیارہ سو ماہوار ایک لاکھ پہ ملتا ہے مجھے بائیس سو روپیہ تو بنک والے سود دیتے رہیں گے تو کچھ مزدوری بھی کر لوں گا نوکری کیوں۔ یعنی ہر شخص اس بات پر تلا ہوا ہے۔ کہ کہیں سے ملے اور وہ بات اس

نے جو قسم کھائی تھی قرآن حکیم پر دونوں ہاتھ رکھ کر کہ میں ملک کے بہترین مفاد میں جان بھی پیش کر دوں گا آج سود پر قربان ہو رہی ہے یہ کسی کو یاد نہیں کہ میں نے اس کام کے لیے قرآن حکیم پر دونوں ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی تب مجھے فوج میں انہوں نے وردی پہننے کو دی تھی بھول گئے۔ ایک ایک لقمے کے لیے سارا دین نیلام ہو جائے مسلمان پرواہ نہیں کرتا اپنے بچے کو دنیا بھر کے ہنر سکھاتا ہے دین نہیں سکھاتا۔

تو سب سے پہلی بات یہ ہے میرے بھائی کہ قانون فطرت ہے اللہ کریم فرماتا ہے ظلم ہمیشہ غالب نہیں رہ سکتا اس لیے کہ اگر اللہ بندوں کے ہاتھوں بندوں کا دفاع نہ کرتا تو تمام عہد میں تمام زمانوں میں نصاریٰ کے زمانوں میں عیسائیوں کے معابد موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے دین کے معابد اور عہد اسلام میں مسلمانوں کی مساجد یہ سارے کچھ ویران ہو جاتے گرا دیے جاتے تباہ کر دیئے جاتے یہ کبھی باقی نہ رہتے یہ اس لیے باقی رہتے ہیں کہ اللہ بندوں سے بندوں کا دفاع کرتا رہتا ہے جس طرح ہر دن کی انتہا شام ہوتی ہے اسی طرح ہر رات کی تاریکی کی انتہا بھی سحر پر ہوتی ہے قوموں کے عروج و زوال بھی اسی طرح ہوتے ہیں نیکی اور بدی اور صحت اور بیماری کے معاملات بھی ایسے ہی چلتے ہیں اگر نیکی نہیں رہی تو برائی بھی ہمیشہ نہیں رہ سکے گی اگر کفر کا غلبہ ہے اور مسلمان دنیا میں رسوا ہیں تو ہمیشہ نہیں رہیں گے کفر کے بھی جو ہیں نازو نخرے یہ ٹوٹیں گے یہ الگ بات ہے کہ وہ کون خوش نصیب ہوں گے جنہیں اللہ یہ سعادت نصیب فرمائے گا۔

یقیناً وہ لوگ جو اللہ سے اللہ کے دین سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا نہیں کرتے ایسوں کو اتنی بڑی سعادت نصیب نہیں ارے ہم تو کفر کا مقابلہ کرنے کے لیے پھر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں شہر کی بسیں جلا دو شہر کی دکانیں لوٹ لو سڑکیں بند کر دو پانی کے پائپ توڑ دو کیوں ظلم ہو رہا ہے اور یہ جو آپ کر رہے ہیں یہ انصاف ہے؟ یعنی بستے گھروں کو جلا کر کہتے ہیں ظلم ہو رہا تھا یہ اس کا جواب ہے یعنی ظلم کے جواب میں ظلم حلال ہو جاتا ہے اور ظلم کرنے سے ظلم رک جاتا ہے یا بڑھتا ہے پھیلتا ہے۔ تو سب سے بڑا ظلم جو ہم بحیثیت قوم کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا چھوڑ دی ہے میاں واپس آؤ اور یہ یاد رکھو میں آپ کو ایک بات بتا دوں میرا یہ ایمان ہے اسلام کبھی دب کر نہیں رہ سکتا اسلام غالب ہو گا اور وہ وقت قریب ہے کہ یہ سویا ہوا شیر بیدار ہو یہ قوم پھر سے تازہ دم ہو اور یہ میدان عمل میں آئے اس لیے کہ اب کفر کی چیرہ دستیوں کے پاس جانوروں کے لیے بھی پناہ لینے کا کوئی موقعہ نہیں رہا دنیا اس قدر مظالم سے بھر گئی ہے کہ بالکل وہ حالت پیدا ہو گئی ہے جو ظہور اسلام کے وقت تھی اور انشاء اللہ یہ ظلم کی تاریکی ٹوٹے گی اور اس میں نور اسلام کی روشنی چمکے گی لیکن یہ ان خوش نصیبوں کے حصے میں آئے گی جن کے دل میں درد ہو گا دین کا۔ جن کا ظاہر و باطن غلام ہو گا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد رکھیئے یہ جو روز کہا جاتا ہے اسلام خطرے میں ہے اسلام خطرے میں ہے میں اس سے متفق نہیں ہوں اسلام نہ کبھی خطرے میں تھا نہ ہے اور نہ کبھی ہو گا اس لیے کہ اللہ رب العزت نے اسلام کی حفاظت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ○ خطرے میں ہم ہیں جن کے دامن سے اسلام جن کے ہاتھ سے اسلام کا دامن چھٹتا جا رہا ہے ہماری بقا اسلام میں ہے اسلام کی بقا ہماری محتاج نہیں ہے۔

عسی ان یاتی اللہ بقوم یحبوھم و یحبونہ - وہ قادر ہے وہ کوئی اور قوم پیدا کر دے گا جو اس کے نام کی دیوانی ہو گی مسلمانوں نے عیاشیوں پہ سارا زور صرف کر دیا اللہ نے ان پر تاتاریوں کو مسلط کیا اور پوری مسلمان ریاستیں تہہ و بالا کر کے رکھ دیں لیکن خود تاتاری مسلمان ہو گئے اسلام کی زینت بن گئے اور دنیا پر پھر اسلام کو قوت نصیب ہو گئی اگر ہم وفا نہیں کریں گے

تو وہ قادر ہے اور کسی قوم کو نور ایمان عطا کر دے گا۔ ہمارے لئے یہ بڑا سنہری موقع ہے کہ ہم واپس آ جائیں اللہ کے دین سیکھیں سمجھیں اپنائیں سینے میں لگائیں شاید اللہ ہماری قسمت میں کر دے کہ اسلام کی جو نشاط ثانیہ ہے اس کی راہ میں قربان ہونے والوں میں ہمارا نام بھی آ جائے۔ عین ممکن ہے کہ وہ ہمیں شہادت سے سرفراز کر دے وہ ہمارے مال کو اللہ کی راہ میں اپنی راہ میں قربان ہونے کے لیے قبول کر لے وہ ہمارے اوقات کو اپنے دین کے نشاط ثانیہ کے لیے قبول کر لے لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب ہم واپس اس کی بارگاہ پہ حاضر ہوں ہمارے پیچھے بھاگ کر ہمیں پکڑنے کیوں آئے گا اس لیے کہ وہ ہمارا محتاج نہیں ہے محتاج ہم ہیں یہ تو اس کا کرم ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی واپس آتا ہے وہ قبول فرما لیتا ہے یہ اس کا کرم ہے۔

ان کا عبادت کا نظام ان کا نظام مالیات سارا اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اللہ نے جن کی مدد کی بدر واحد میں انہیں روئے زمین پر تاریخ کی سب سے بڑی حکومت دی اور انہوں نے اللہ کے حقوق اور حدود قائم کرنے کا حق ادا کر دیا اس پہ تاریخ بھی گواہ ہے فرمایا تمہارے پاس جو اقتدار و اختیار ہے اس سے کونسا انصاف کر رہے ہو کہ اللہ تمہیں اس سے زیادہ اختیارات دے دے جو حکومتیں جو نظام تمہارے پاس ہے ان سے کون سے دین سے وفا کر رہے ہو اللہ سے وفا کر رہے ہو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارے تم تو کہتے ہو کہ اسلام اس دور میں قابل عمل ہے ہی نہیں تو کیا اللہ کفر پھیلانے کے لیے تمہیں فتح نصیب کرے جب اسلام ہم ذاتی زندگی میں بھی نہیں اپناتے اپنے ریاستی امور میں بھی نہیں اپناتے تو اللہ کی مدد ہر بندہ یہ چاہتا ہے کم از کم مسلمانوں میں سے کہ مجھے وہ نعمتیں اور وہ مدد نصیب ہو جو صحابہ پر اللہ کی رحمتیں تھیں اس طرح کا انعام ملنا چاہیے جب قربانی کی باری آئے تو کہتا ہے وہ عظیم لوگ تھے ہم تو کمزور ہیں ارے کمزور ہو تو اپنی کمزور قربانی تو دو بھاگ جانا تو کوئی کمزوری کی دلیل نہیں تمہیں کون کہتا ہے کہ تم ابوبکرؓ و عمرؓ بن جاؤ لیکن تم مسلمان تو بنو۔ جو بس میں ہے وہ تو کرو جو تمہارے بس میں ہے تم وہ بھی نہیں کرتے۔

تو میرے بھائی ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے تمام دنیاوی امور کے ساتھ دین بھی سیکھیں جتنے ناول پڑھے جاتے ہیں جتنی اخباریں پڑھی جاتے ہیں جتنے فضول رسالے پڑھے جاتے ہیں اتنا وقت ہم دینی تعلیمات کو دیں قرآن کو پڑھیے قرآن کے تراجم پڑھیے قرآن کی تفاسیر پڑھیے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھیے ناول پڑھنے کے بجائے جس کتاب اور جس مضمون کے متعلق بندے کو یقین ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے پتہ نہیں اسے پڑھتا کیوں ہے یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ یہ ناول یا افسانہ یہ پڑھنے کی کونسی صنف ہے میں نہیں سمجھتا ایک آدمی کو پتہ ہے کہ یہ سارا جھوٹ ہے پھر اسے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس زمانے میں ناول پڑھنے کی کیا ضرورت ہے جب ہر شخص کی زندگی ایک ناول بن چکی ہے تو آپ انسانی حیات کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے آپ اپنے ماحول کا اپنے ارد گرد کا اپنی اولاد کا اپنے مستقبل کا ناول کیوں نہیں پڑھتے اور وہ وقت جو ان خرافات کو دیتے ہیں ارے سارا نہ دو پڑھو یہ بھی نہیں باز رہ سکتے تو آدھا تو اللہ کے دین کو دے دو ایک چوتھائی ہی دے دو ارے ایک ایہ کریم قرآن حکیم کی روز کا معمول بنا لو کہ میں ایک ایت اور اس کا ترجمہ پڑھوں گا پھر بھی دین سیکھ جاؤ گے ایک ایک مسئلہ روزانہ یاد کرو تو سال میں تین سو پینسٹھ مسئلے یاد ہو جائیں اچھے بھلے عالم بن جاؤ۔ خدا کے لیے مسلمانو! واپس آؤ اللہ کی مدد حاصل کرو تمہارے مقابلے میں کفر کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکے گی اللہ سے بیگانہ رہ کر کفر کے چنگل سے نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں اللہ کریم ہمیں دین کی سمجھ بھی عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق بھی۔

سوال آپ کا جواب شیخ مکرم کا

سوال: سوال یہ ہے کہ کیا کوئی صاحب مجاز ساتھی کسی کے منازل سلب کر سکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے ہاں جو سلسلہ اللہ کریم نے عطا فرمایا ہے یہ بہت زیادہ طاقتور ہے بہت زیادہ۔ ایک عام آدمی جو ایک مجلس میں لطائف پر توجہ لیتا ہے وہی باہر جا کر کسی دوسرے کو لطائف پر توجہ دے۔ تو اس کے بھی لطائف روشن ہو جاتے ہیں حالانکہ باقی سلاسل میں بڑے بڑے بزرگ جو ہیں وہ ایک ایک لطیفے پر دو دو سال یا چار چار سال لگواتے ہیں تو جس قدر یہ زود اثر اور طاقتور ہے اگر اس کو سلب لیا جائے تو پھر یہ ہر چیز ساتھ ہی کھینچ لاتا ہے جس کے منازل سلب ہوئے اس کا ایمان بھی نہیں بچا پھر وہ بالکل ہی خالی ہو جاتا ہے اس لئے ہمارے ہاں منازل سلب نہیں کیے جاتے میرے خیال میں نصف صدی میں دو تین آدمیوں کے منزل سلب کئے گئے اور ان میں سے کوئی بھی ایمان پر نہیں مرا اور وہ بھی اس لیے سلب کئے گئے کہ وہ خود تو گمراہ ہو گئے تھے اگر گوشہ نشین ہو جاتے انہیں کوئی نہ پوچھتا انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا وہ بھی مشائخ بالا نے سلب ائے حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی سلب نہیں فرماتے اور میرا بھی یہ ا" طریقہ نہیں ہے اگر ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو ہم وہ مہ اٹھا کر مشائخ بالا کے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ یہ بندہ اس ے کی آڑ لے کر لوگوں کے عقائد خراب کر رہا ہے یہ فیصلہ ان رتا ہے اگر وہ سلب کر لیں اس آدمی کے جس کے سلب ہوئے ایمان پر مرتے نہیں دیکھا۔ اب اگر کوئی صاحب مجاز یہ کہے تو نے فلاں کام نہ کیا تو منازل کم ہو جائیں گے رک جائیں سلب ہو جائیں گے تو یہ تو صاحب مجاز والی بات نہ ہوئی بندے کو تو بندوق اٹھانی چاہیے اور سڑک پر کھڑے ہو کر بسیں لوٹا کرے کہ پیسے دو ورنہ گولی مار دوں گا سیدھی بات۔

صاحب مجاز یا شیخ اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ منازل کم کرے وہ اس لیے ہوتا ہے کہ ہم سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں اور جو کمی آ جاتی ہے منازل میں یا حالات میں وہ اس کو پورا کرے وہ کم کرنے کے لیے نہیں ہوتا مجازین اس لیے نہیں بنائے جاتے کہ لوگوں پر رعب جھاڑتے پھریں مجازین جو ہیں یہ خاکروب ہیں سلسلے کے اور جہاں انہیں کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو خاکروب کا کام وہاں صفائی کرنا ہے گرانا نہیں ہے اور نہ وہ گرا سکتا ہے یہاں یہ پیری فقیری نہیں ہے کہ پیسے دو نہیں تو گھرل دوں گا یہ کوئی بات نہیں ہے ہمارا کام میرے سمیت میرا کام بھی یہ ہے کہ جہاں کمی ہوتی ہے کوتاہیاں ہوتی ہیں خطائیں ہوتی ہیں اور منازل میں کمی آتی ہے تو دعا بھی کروں اور آپ کی رہنمائی بھی کروں اور توجہ بھی دوں کہ وہ کمی پوری ہو جائے اور احباب آگے بڑھتے رہیں یہ ہماری ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے اور یہ ہم نہیں کر سکتے کہ میرے لئے گڑ لے آؤ ورنہ منازل سلب ہو جائیں گے یہ جائز نہیں ہے اگر کوئی صاحب مجاز اس طرح کرتا ہے تو وہ خوب توجہ سے سن لے کہ یہاں ایسے نہیں چلتا اور وہ شاید اپنی خیر منائے کہ کچھ دن بچ سکے گا یا نہیں بچ سکے گا۔ میں تو سلب نہیں کرتا اور میں گرفت نہیں کرتا لیکن میں خود بھی اتنا آزاد نہیں ہوں جو جی چاہے کرتا پھروں پیچھے دیکھنے والے بہت ہیں۔ اور جن لوگوں کا رشتہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا مضبوط ہے کہ وہ دوسروں کو پکڑ پکڑ کر فنا فی الرسول کرا دیتے ہیں وہ اتنے آزاد نہیں ہوتے ان کو بہت توجہ سے بہت غور سے دیکھا بھی جاتا ہے کہ یہ کیا کرتے پھرتے ہیں اگر کوئی صاحب مجاز ایسا کرتا ہے تو اسے احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ یہ نہ مشیخت میرے باپ کی جاگیر ہے اور نہ کسی صاحب مجاز کی۔

جائیداد ہے یہ کسی کی امانت ہے اور جس کام کے لیے جس مقصد کے لیے اس مقصد پر تو استعمال کیا جائے تو اس پر تو انعام ملتا ہے لیکن اسے بلیک میلنگ کی جائے تو وہ خود خطرے میں ہے وہ خود نہیں بچ سکے گا۔ یہ معاملہ الگ ہے کہ صاحب مجاز کی توہین کی جائے تو وہ شیخ کی توہین کے برابر ہوتی ہے اور شیخ کی توہین کرنے والا ان چیزوں سے اللہ کی گرفت سے یا منازل کے ضیاع سے نہیں بچ سکتا چونکہ یہ تصوف بعینہ انہی خطوط پر چلتا ہے جن خطوط پر ادب و احترام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم میں اللہ نے ارشاد فرما دیا فرمایا۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی - ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم بعض- ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون○

تو اللہ کریم نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب یہ ارشاد فرمایا کہ اونچی آواز میں بات نہ کی جائے اور اس میں میں اور آپ نہیں تھے بلکہ وہ اکابر صحابہ موجود تھے جو مکی زندگی میں ایمان لائے اور ساری مصیبتیں اٹھائیں ہجرتیں کیں بدر و احد میں شرکت کرنے والے لوگ موجود تھے جانثاران نبوت موجود تھے اور وہ لوگ موجود تھے جو بنیاد ہیں اسلام کی ہمیشہ کے لیے لیکن اللہ کریم نے فرمایا ساری قربانیاں ایک طرف اور بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب ایک طرف آواز اونچی کرو گے تو تم خواہ بدری ہو خوہ احدی ہو خواہ مہاجر ہو خواہ مقیم ہو جو کچھ بھی جو کچھ کیا اس کی ضرورت نہیں ہے منہ پر دے کر ماروں گا تو یہ تو جہالت کے کرشمے ہیں تاہم یہاں لاوڈ سپیکر لگا لیتے ہیں اور زور زور سے صلوۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیتے ہیں یہ تو نادانیاں اور جہالتیں ہیں ہماری وہ بارگاہ اتنی نازک تر ہے کہ۔

نفس گم کردہ می اید ابوبکر و عمر اینجا

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرگوشیاں کیا کرتے تھے بات نہیں کرتے تھے وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین تھے تو کوئی اعرابی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور وہ اونچی آواز سے باتیں کر رہا تھا تو آپ کوئی دس قدم کے فاصلے پر تھے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں بچھوائی تھیں بارش ہوئی اور علی الصبح چھت ٹپکتی رہی کیونکہ کھجور کے تنے اور ان پر کھجور کی ڈالیاں اور اوپر مٹی ڈال دی گئی تھی تو چھت ٹپکتی رہی اور نیچے کیچڑ سا ہو گیا بعض جگہوں پر تو محراب میں بھی تھوڑا سا کیچڑ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی فجر کی نماز پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو رخ انور پر اور پیشانی اقدس پر نشان لگ گیا کیچڑ کا تو فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کرو کچھ باریک کنکریاں لاؤ فرش پر بچھا دو پہلا پہلا جو طریقہ تھا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کنکری اٹھا کر اس اعرابی کو اس طرح ماری اسے لگی تو آپ نے اشارے سے بلایا پاس آیا تو آہستہ سے فرمایا کہ روضہ اطہر اور حجرہ مبارک کے سامنے آواز بلند نہ کرو اتنی جرات نہیں فرمائی کہ یہاں سے پکار کر کہہ دیتے کہ شور نہ کرو فرمایا پھر تو یہ بھی شور ہو گا یعنی وہی ادب و احترام قبر اطہر کا روضہ اطہر کا ہے جو حیات دنیوی میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اب بھی وہاں حاضر ہو کر بھی شور کرنا ویسا ہی حرام ہے اور جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو وہ کل ہی بات ہو رہی تھی کہ جب تک ساری دنیا کے رشتوں سے ماں باپ بہن بھائی بیٹے مال دولت سے زیادہ مجھ سے محبت نہیں کرتا۔

تو ان سلاسل میں برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہیں شیخ جو ہوتا ہے وہ نمائندہ ہوتا ہے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب جو ہوتا ہے اس کو وہی قوانین انہی اصولوں کی انہی اسی دائرہ کار کے اندر رہ کر حصول برکات کرنا ہوتا ہے۔ تو جو احترام ہے صاحب مجاز کا وہ اس لیے ہے کہ وہ نمائندہ ہے شیخ کا۔ شیخ کا احترام اس لیے ہے کہ وہ نمائندہ ہے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ لیکن جس طرح ادب و احترام طالب پر واجب ہے اس سے زیادہ شفقت شیخ اور صاحب مجاز پر واجب ہے کہ ان کی کوتاہیوں سے درگذر کرے۔ لوگوں کو برداشت کرے۔ آپ دیکھتے

نہیں کہ ہم دنیا میں پھر کر ایک ایک بدکار ایک ایک ظالم ایک ایک کافر کو راہ راست پر لانے کے لیے کتنا سر کھپاتے ہیں تو ایسے شخص سے آپ یہ امید رکھتے ہیں کہ جو آدمی مسلمان بھی ہے اللہ اللہ بھی کرتا ہے سلسلہ عالی میں داخل بھی ہے اس سے چھوٹی موٹی کوتاہی ہو جائے تو اسے بھگا دے گا یہ کیسے ممکن ہے۔ یعنی جو آدمی کفار کے پیچھے جاتا ہے جو شراب خوروں کے پیچھے جاتا ہے زانیوں اور فاسقوں اور فاجروں کے پیچھے جاتا ہے کہ بھئی اس طرح آ جاؤ واپس آؤ اور اس لیے جاتا ہے کہ یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ کریم نے یہی ذمہ داری لگائی ہے ورنہ کسی سے کوئی لالچ نہیں ہوتا کسی سے کوئی پیسے کا مطالبہ نہیں ہوتا میں اس دفعہ پوری دنیا کا چکر لگا کر پھر آیا ہوں ساتھیوں کے پاس پیسے نہیں تھے وہ تو مجھے کرایہ بھی نہیں دے سکے کسی نے کرایہ بھی نہیں دیا یہاں سے ٹکٹ لے کر گیا ہوں اور انہی ٹکٹوں پہ واپس آ گیا ہوں تو وہ جدھر سے ہم نے لیے ہیں ادھر بھی ابھی کچھ پیسے ہیں جو ہم نے ادھار دینا ہے کچھ بھی نہیں کوئی شرنی نہیں کوئی شکرانہ نہیں کوئی بات ہی نہیں بلکہ میں ایئر لائین والوں سے کچھ ادھار کر کے گیا تھا جو واپس آ کر میں نے اپنے پیسوں سے دیا ہے جو باقی تھے کچھ دے گیا تھا کچھ واپس آ کر دیئے ہیں ساتھیوں نے کرایہ بھی نہیں دیا نہ دے سکے ہیں نہ ان کے پاس تھے نہ ہم نے مانگا اور نہ یہ ہماری ضرورت ہے کہ کہیں سے پیسے جمع کریں۔ کہ ضرورت نہیں ہے اس کے لیے آنا جانا نہیں ہوتا تو اگر دار لکفر میں جا کر کافروں شرابیوں اور زانیوں پہ محنت کی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ پہ آ جاؤ تو جو پہلے اللہ کی راہ پر ہیں ان سے کوئی چھوٹی موٹی لغزش ہو جائے تو انہیں بھگا دیں گے یہ کیسے ممکن ہے ہمارا کام ہم خاکروب ہیں ہمارا کام جھاڑو دینا ہے ہمارا کام صفائی کرنا ہے یہ جتنے بندے ہیں اللہ کے ان کے ہر بندے کا جو دل ہے وہ اللہ کریم کا اپنا مقام اور اس کی رہنے کی جگہ ہے اگر خود اسے احساس نہیں تو اسے دلانا اگر اس نے اس گھر کو توڑ پھوڑ دیا ہے تو اس کی مرمت کرنا اگر اس نے اس گھر میں گند ڈال دیا ہے تو اسے صاف کرنا یہ ہم خاکروبوں کا کام ہے لہٰذا یہ رعب ڈالنا یہ نہیں کرو گے یہ ہو جائے گا یہ کسی صاحب مجاز کا اختیار نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو جس دن پوچھا گیا اس دن اس کا اپنی جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

سوال: لوگ شریعت اور طریقت کو الگ الگ شمار کرتے ہیں۔

جواب: بھئی لوگ کرتے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے اس موضوع پہ اتنا لکھا جا چکا ہے کہ میرے خیال میں کسی بات کی حاجت ہی باقی نہیں رہی۔ جو لوگ الگ الگ خیال کرتے ہیں وہ کیا کریں اگر شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے مگر ہم تو شریعت ماننے کے مکلف ہیں اس کے علاوہ کسی اور طریقت کے قائل ہی نہیں اور ہے تو ہوا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت دی ہے اور مسلمان شریعت کو ماننے کا مکلف ہے اس کے علاوہ اگر کوئی اور بلا ہے تو اس سے ہمارا کیا تعلق۔ جو محنت جو ذکر جو طریقہ ہم سکھاتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے کی قوت پیدا ہو اللہ کی اس میں مدد شامل حال ہو دل میں خشوع و خضوع پیدا ہو اور زیادہ محبت سے اور زیادہ خشوع و خضوع سے شریعت پر عمل کیا جائے تو یہ سارا کام تو شریعت پر عمل کرنے کی غرض سے ہو گیا۔ اب اگر یہ کام ہی غیر شرعی طریقے سے کیا جائے تو شریعت پر عمل کیا ہو گا بھائی اس لیے الف سے ی تک ہمارے طریقے میں کوئی بھی ایسا کام نہیں جسے غیر شرعی کہا جا سکتا ہے۔

سوال: دوسری بات یہ ہے کہ سلوک میں کوئی ایسی منزل یا منصب بھی ہے جہاں شریعت ظاہری کی حدود اور قیود اٹھ جاتی ہیں۔

جواب: ہاں ہے اگر آدمی پاگل ہو جائے یا اسلام چھوڑ دے ہوش قائم ہو اور مسلمان ہو تو مرتے دم تک شریعت کا مکلف ہے۔ دماغ کام کرنا چھوڑ دے کسی مرض کی وجہ سے یا کسی بھی سبب سے تو آدمی شریعت کا مکلف نہیں رہتا مر جائے تو اس سے شریعت کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے۔ موت کے بعد نہ کوئی شریعت

ہے نہ کوئی قانون ہے پھر اگلا نیا نظام ہے جب تک زندہ ہے و اعبد ربک حتی یاتیک الیقین جب تک زندہ ہے آخری دم تک اللہ کی اطاعت کا مکلف ہے اور اس کا حکم ہی شریعت ہے۔

اب یہ کہنا کہ کسی خلاف شریعت کام کا کسی صاحب حال پر اثر نہ ہو یہ اس صورت میں تو ممکن ہے کہ جیسے ہم معاشرے میں رہتے ہیں معاشرہ بے دین ہے لیکن ایک شخص کو ذکر کی وجہ سے یہ قوت نصیب رہتی ہے کہ اس بے دین معاشرے میں رہتے ہوئے وہ ممکن حد تک دیندار رہے بازار میں ہم جاتے ہیں بازار میں ہر طرف بے حیائی ہے تو اللہ کی مدد تو شامل حال ہوتی ہے کہ وہ بندہ اس بے حیائی سے متاثر ہونے کی بجائے اس میں توبہ کا رجحان پیدا ہوتا ہے یا اسے اس سے حیا آتی ہے۔ لیکن اس کا یہ معنی لینا کہ کوئی صاحب حال خود خلاف شریعت کام کرے اور اس کا اسے گناہ نہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ اللہ بھی کرتا ہے اور اس سے گناہ بھی ہوتے ہیں تو دیکھنا یہ چاہیے کہ وہ آدمی فرشتہ تو نہیں اللہ اللہ دوا بھی ہے اور غذا بھی ہے وہ دوا بھی کھاتا ہے سب سے اچھی جو ہے اور غذا بھی کھاتا ہے اس کے باوجود اس میں بیماری باقی ہے تو اگر وہ یہ دوا بھی نہ کھاتا تو پتہ نہیں کیا ہوتا بجائے اس انداز سے دیکھنے کے کہ یہ اللہ اللہ کرتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے گناہ اور ثواب کے معیار اپنے ہیں۔ گناہ اور ثواب کا معیار اللہ کریم کا ہے۔ میرا اور آپ کا نہیں تو سب سے پہلا کسی کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر آپ کو یہ بھی تو دیکھنا ہو گا کہ آپ جسے گناہ سمجھ رہے ہیں وہ گناہ شرعاً ہے بھی یا نہیں دوسری بات یہ دیکھنی ہو گی کہ جو آدمی کوئی کام کر رہا ہے اس کے پاس ممکن ہے اس کا کوئی جواز موجود ہو ایک آدمی کھڑے ہو کر کھانا کھا رہا ہے آپ کہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے لیکن آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ کیا وہ بیٹھ سکتا بھی ہے یا نہیں شرعاً معذور ہی نہ ہو۔ ایک آدمی لیٹ کر نماز پڑھ رہا ہے آپ کہہ رہے ہیں گناہ کر رہا ہے آپ یہ بھی تو دیکھیں ممکن ہے اس میں اٹھنے بیٹھنے کی سکت ہی نہ ہو اس کے پیچھے کئی شرعی جواز ہوتے ہیں جنہیں دیکھے بغیر ہم اس میں جلدی کرتے ہیں فتویٰ لگا دیتے ہیں دوسرا میرے بھائی دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ جو آدمی غلطیاں یا کوتاہیاں کرتا ہے جب وہ ذاکر نہیں تھا تو کتنی کوتاہیاں کرتا تھا اگر ذاکر نہیں تو وہ دس کرتا تھا اور ذکر کے بعد آٹھ کرتا ہے تو پھر بھی دو کا فائدہ تو اسے ہو گیا آپ اس کی آنکھ پہ انگلی کیوں رکھے رکھیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آدمی مکلف ہے اپنی اصلاح کا دوسروں کے پیچھے کریدنے کا مکلف نہیں ہے کہ کوئی کیا کر رہا ہے آپ نے کس کس کا جواب دینا ہے سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ آدمی اگر اپنے معاملات پر توجہ رکھے تو اس کے پاس فرصت ہی نہیں کہ وہ دوسروں کی پڑتال کر سکے اس لیے کہ ہر لمحہ جو ہے اس کا حساب ہے اور اللہ نے ہماری یہ ذمہ داری نہیں لگائی کہ ہم دوسروں کو چیک کریں۔

ان الینا ایابھم ثم انا علینا حسابھم بندے میرے ہیں ان سے حساب مجھے کرنا ہے آپ اس تکلیف میں نہ پڑیں اور یہ بات اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے میری بات کو پہنچانا ہے لست علیھم بمسیطر آپؐ ان پر کوئی تھانیدار نہیں لگا دیئے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری بات میرے بندوں کو پہنچا دیں اس کے بعد انہیں میرے پاس آنا ہے میں ان سے حساب لے لوں گا انا الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم تو اگر نبی علیہ الصلوۃ و السلام کا منصب عالی یہ ہے کہ اللہ کی بات پہنچائیں ان کے لیے دعا بھی کریں کوشش بھی کریں محنت بھی کریں پھر بندے کو اس کے رب کے حوالے کر دیں رب جانے اور اس کا بندہ جانے۔ ہم ایک آدمی کو کافر دیکھتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ کل یہ مجاہد یا غازیٔ یا شہید ہو جائے گا مسلمان بن جائے گا ولی اللہ ہمارے پاس کیا گیا کل کا پتہ ہے۔ ہم ایک آدمی کو بہت نیک سمجھتے ہیں ہمیں کیا خبر کل کا سورج اسے کس حال میں دیکھے گا وہ نیک رہے گا۔ مسلمان بھی رہے گا یا نہیں رہے گا۔ تو ان چیزوں کی جستجو میں

رہنا میرے خیال میں اپنا وقت ضائع کرنے کی بات ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آدمی جو ہے یہ غلطی کر رہا ہے تو محبت اور پیار سے اگر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ اسے بتا سکتے ہیں تو بتا دیجئے نہیں بتا سکتے تو دعا کر دیجئے اس کے حق میں بہت سی غلطیاں جو ہم فتویٰ لگاتے ہیں ان کے پیچھے اصل تو یہ ہوتا ہے کہ ہم اس آدمی سے اس کی کوئی وجہ پوچھتے نہیں۔ ممکن ہے اس کی کوئی مجبوری ہو اس کے پاس کوئی شرعی جواز ہو تو یہ باتیں اس طرح کی جو ہیں یہ صحیح نہیں ہیں۔

اس میں ایک بات جو ہے یہ سمجھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے منازل بہت بلند ہیں اور وہ گناہ میں بھی مبتلا ہوتا ہے تو گناہ کرنا یا خطا کا ہو جانا یہ ایمان کے منافی نہیں ہے ہاں خطا کو پیشہ بنا لینا اور مسلسل گناہ میں ملوث ہونا یہ کفر کی طرف لے جاتا ہے خود کفر نہیں ہے مسلسل گناہ کرنے سے آدمی گناہگار ہی رہتا ہے لیکن یہ آہستہ آہستہ کفر کی طرف گھسیٹ کر لے جاتا ہے کسی بھی لمحے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور یہ جو آپ بد عقیدگی دیکھ رہے ہیں کہ ایک ایک گھر میں دس دس نئے نئے فرقے بن گئے اس کی اصل یہ بد عملی ہے تو کوئی بھی منصب ایسا نہیں کہ جس میں آدمی یا کوئی بھی حال ایسا نہیں کہ جس میں آدمی شریعت کا مکلف نہ رہے الا یہ کہ وہ پاگل ہو جائے اس کا دماغ کام چھوڑ دے کسی مرض کی وجہ سے کسی بیماری کے باعث تو وہ مکلف نہین رہتا یا وہ مرجائے زندگی میں تو وہ مکلف ہے۔

سوال : یہ جو اگلا سوال ہے یہ بھی ایسا ہی ہے کہ غیر مقلد حضرات ہمیں بدعتی کہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ ذکر بدعت ہے۔

جواب : بڑی دفعہ اس پر لکھا گیا اور بے شمار لکھا گیا جس موضوع جس فن میں بندہ رہتا ہے اس فن کو توکم از کم پڑھنا بھی چاہیے تو اس موضوع کو آپ پڑھیں بھی سہی صرف یہ طریقہ ذکر نہیں ہے بے شمار طریقہ ہائے ذکر جو ہیں وہ سارے بزرگان دین میں رائج ہیں اور ان میں بڑے بڑے عجیب و غریب طریقے ہیں میں بارہا بتا چکاہوں کہ جس بات کی کسی کو سمجھ نہ آئے اسے وہ بدعت کہہ دیتا ہے وہ جانتا نہیں کہ بدعت کہتے کس کو ہیں بدعت کی تعریف کیا ہے بدعت ہوتی کیا شے ہے یہ جانے بغیر یا بدعت کہہ دیں گے یا شرک کہہ دیں گے۔ میرے بھائی قران حکیم نے سادہ سا حکم دیا ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیام و قعود او علی جنوبھم - وہ بندے جو کھڑے ہوں اللہ اللہ کرتے ہیں بیٹھے ہوں اللہ اللہ کرتے ہیں لیٹے ہوں اللہ اللہ کرتے ہیں کتنی کرتے ہیں وہاں کثیر فرما دیا بے شمار بے حد و حساب اللہ اللہ کرتے ہیں اب وہ سانس کے ساتھ کرتے ہیں زبان کے ساتھ کرتے ہیں وہ بیٹھے ہوئے کان ہلا رہے ہیں یا زبان ہلا رہے ہیں وہ ہاتھ ہلا رہے ہیں یا پاؤں ہلا رہے ہیں اس پر قرآن نے کوئی پابندی نہیں لگائی تو جس کام پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوئی طریقہ متعین فرما کر اسے اس پر لوگوں کو حکم نہیں دے دیا کرنے کا نبی علیہ السلام نے بھی جس معاملے کو کھلا رکھا ہے لوگوں کی صوابدید پہ رکھا ہے اللہ نے بھی جس معاملے کو کھلا رکھا ہے لوگوں کی صوابدید پہ رکھا ہے ایک بات قرآن حکیم نے بتائی ہے کہ کھپ نہیں ڈالیں ذکر کے بہانے۔

تضرعا و خیفتہ و دون الجھر - عجز و نیاز مندی سے کریں سکون سے کریں خاموشی سے کریں اور اگر آواز کے ساتھ کریں تو آوز بلند نہ ہو دون الجھر بلند آواز نہیں۔ اگر آپ زبانی بھی کریں تو منع نہیں کیا۔ آواز آ رہی ہو اس سے منع نہیں کیا لیکن آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے کھپ ڈالنے سے منع کیا ہے تو کسی بھی طریقے سے ذکر کیا جائے جو شرعاً" ناجائز نہ ہو اب سانس لینا اور چھوڑنا تو کوئی شرعاً" ناجائز نہیں۔ تو اگر کوئی واقعی اس طرح بھی کرے تو اسے بدعت کیسے کہیں گے کون سی سنت کے مقابلے میں بدعت ہے کسی ایک طریقے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہا ہو اور وہ طریقہ سنت ہو گیا اور یہ اس کے خلاف بدعت ہو گیا وہ تو کوئی بھی جس طرح بھی کرتا ہے ان سب کی اجازت ہے اگر آپ اس طرح لگیں گے تو پھر تو یہ سارا کچھ بدعت بن جائے گا یہ ساری آپ کی حدیث کی کتابیں آپ کی ساری یہ تفسیر کی کتابیں آپ کی یہ ساری سیرت کی کتابیں یہ مدرسے یہ سکول یہ ادارے یہ تو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو کچھ بھی نہیں تھا یہ سارا کچھ بدعت ہی بن جائے گا لیکن یہ سارا بُدعت نہیں ہے یہ دین کو سمجھنے کے ذرائع ہیں اور ذرائع بدلتے رہتے ہیں مختلف ہوتے رہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سواری کا ذریعہ جہاز تھا؟ اب تو سارے لوگ جہاز پر جاتے ہیں لیکن سواری زیر بحث نہیں ہے حج کے ارکان میں کوئی تبدیلی کرے تو فوراً گرفت آ جائے گی وہ اونٹ کا زمانہ تھا اونٹ پر بیٹھ کر گئے پیدل گئے گھوڑے کا زمانہ تھا گھوڑے پر گئے موٹر کا زمانہ تھا موٹر پر گئے جہاز کا زمانہ ہے لوگ جہاز پر جاتے ہیں ذرائع جو ہوتے ہیں وہ بدعت بھی نہیں ہوتے اور سنت بھی نہیں ہوتے وہ انسان کے سائل اور اس کی صوابدید پہ ہوتے ہیں مقاصد کی بات ہوتی ہے ور مقصد ذکر الٰہی ہے گر اللہ کا ذکر ہی بدعت ہے تو دین کس بات کا نام ہے۔

اب رہی یہ بات کہ آپ یہ سمجھیں کہ آپ کو کھلا میدان مل جائے اور کوئی آپ پر اعتراض نہ کرے اور کوئی آپ کے خلاف بات نہ کرے تو آپ پنگا ہی نہ لیں تو آپ جب کام کریں گے تو مخالفت ہو گی۔ ہر کام میں روکاوٹ تکلیف مخالفت ہوتی ہے لوگ برائی آرام سے نہیں کرنے دیتے آپ نیکی آرام سے کیسے کرتے ہیں کوئی برائی چوری بھی کرنا چاہے لوگ اسے بھی روکتے ہیں کوئی برائی بھی کرنا چاہے لوگ روکتے ہیں نیکی کو تو سارا معاشرہ روکنے کو کھڑا ہو جاتا ہے آپ کیسے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی اعتراض نہ کرے کوئی بات نہ کرے یہ اعتراضات یا باتیں تو ہوتی رہیں گی بات ہوتی ہے اپنے دل کی تسلی کی کہ بندے کو خود اپنے پر اعتماد ہو کہ میں جو کر رہا ہوں یہ ٹھیک ہے معاملہ اللہ کریم کے ساتھ درست ہو معاملہ دین کے ساتھ درست ہو لوگ تو کبھی نہیں قائل ہو سکتے لوگ تو ہر کام میں روکیں گے تو لوگوں کے روکنے کی تو بات نہیں ہے۔

دوسری یہ بات میں بڑی دفعہ سمجھا چکا ہوں کہ ہم سانس سے ذکر نہیں کرتے ذکر کرتے ہوئے سانس لیتے ہیں وہ کھانا کھاتے ہوئے بھی لیتے ہیں سوتے جاگتے ہوئے بھی لیتے ہیں چلتے پھرتے بھی لیتے ہیں اور ذکر کرتے ہوئے بھی لیتے ہیں۔ ذکر کرتے ہوئے سانس کے ساتھ قلب کے ذکر کو عادی بنانے کے لیے ہم اسے سانس کے ساتھ آرڈ یسٹ کر لیتے ہیں اگر ذکر نہ بھی کر رہے ہو تو بھی سانس ہمیں لینا ہے شاید جو اسے بدعت کہتے ہیں یہ سانس نہیں لیتے ہوں گے لیکن ہمیں تو لینا ہے یہ بدعت ہے تو بھی لینا ہے سنت ہے تو بھی لینا ہے یہ تو زندگی کا ایک عمل ہے چونکہ ذکر کثیر کا حکم ہے تو مشائخ عظام نے اور آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سانس میں ذکر کرتے تھے۔ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیسے کرتے تھے فرمایا علی کل احیانہ ہر حال میں اس کی شرح میں علماء نے لکھا ہے کہ ہر کام ہر حال ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کرتے تھے سوتے جاگتے کھاتے پیتے چلتے پھرتے بات کرتے حتیٰ کہ سانس کی آمدو شد میں بھی ذکر کرتے تھے۔ علی کل احیانہ۔ ہر حال میں زندگی کے ہر حال میں اس ہر حال میں شارحین نے سانس لینے کے عمل کو بھی شامل فرمایا چونکہ یہ بھی ایک عمل ہے جو آدمی دن بھر ہو یا رات کو یا سوتے میں یا جاگتے میں کرتا ہے۔ اور جب قلب جاری ہوتا ہے تو سانس یہ اتنی اتنی رفتار تک بھی چلا جاتا ہے کہ سانس ایک دفعہ آئے اور اللہ کا نام پانچ سو دفعہ نکلے۔ یہ اس کی اپنی رفتار ہوتی ہے ذکر کے ساتھ وہ اس کی اپنی جوں جوں اس کی قوت بڑھتی ہے اس کی استعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ باقی سلاسل میں تو جہر کے

ہی تین چار سٹیپ Step اس لا الہ الا اللہ پھر الا اللہ پھر اللہ اللہ پھر اس طرح تین چار سٹیپ اس سے پہلے ایک پر کچھ دیر کرتے رہو پھر دوسرے پر پھر تیسرے پر پھر اللہ اللہ پھر خاموش ہو کر ہر آنے جانے والے سانس میں سوچو کہ اللہ اللہ ہو رہی ہے یہ اسی طرح سے لاتے ہیں ہمارے ہاں یہ ہے کہ ہم شروع ہی وہاں سے کرا دیتے ہیں اور شیخ کی توجہ یا سلسلے کی برکات کی وجہ سے تو اس میں سنت بدعت کی بحث نہیں ہے یہ نہ سمجھنے کی باتیں ہیں اور ہمارے ہاں دین کم ہے اور اپنی اپنی جو ہم نے گروہ بندی بنا رکھی ہے اس کا جو مسلک ہے اس کے غلبے کے لیے ہم زیادہ محنت کرتے ہیں اور یہ دین داری نہیں۔ ہماری اگر ایک جماعت ہے الحمد اللہ یا ذاکرین کا ایک حلقہ ہے اور بفضل اللہ یہ پوری دنیا میں ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ ہمارے ساتھ ذکر نہیں کرتے وہ اچھے مسلمان نہیں یا ہم ان کے پیچھے لٹھ لے کر پڑ جائیں یہ صحیح نہیں ہے ہر ایک آدمی کا اللہ کے ساتھ معاملہ ہے ہم اپنی نجات کے لیے محنت کر رہے ہیں شاید کسی کو بغیر محنت کے وہ عطا کر دے اس کی مرضی تو اس طرح سے یہاں یہ مصیبت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کوئی تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ لگاتا ہے تو بغیر اس کے کہ اسے جماعت کہے وہ خود اپنی طرف سے یہ اپنی ذمہ داری سمجھ لیتا ہے کہ اب جو لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ نہیں گئے انہیں کنڈم کرنا اور بھلا برا کہنا ہی یہ میرا شاید کام ہے اسی طرح کوئی جماعت اسلامی کے ساتھ کام کرتا ہے وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب جو لوگ جماعت اسلامی کے ساتھ نہیں ان سب کو بھلا برا کہنا ہی میری شاید بڑی وہ قابلیت یا جماعت کے ساتھ خلوص ہے اسی سطح باقی یہ خصوصاً دینی جماعتوں میں یہ مصیبت پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ نا اہل ہو گئے ہیں اس لئے نہیں کہ انہیں جماعتیں کہتی ہیں از خود لوگ اس طرح سے سوچنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر وہ جس جماعت یا جس گروہ کے ساتھ کام کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جو اس میں نہیں ہے وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ اسے مسلمان سمجھا جائے یہ زیادتی ہے دین کا کام نبی علیہ الصلوۃ و السلام کی ذات کے بعد کوئی بھی ایک شخص ایسا نہیں جو سارا کام مکمل کر سکے یہ صرف اور صرف منصب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شعبے تقسیم ہو گئے حدیث تفسیر فقہ انتظامی امور بیع و شراء لینا دینا فتوے درس و تدریس تو دین کا کام ہمیشہ ایک جماعت کی صورت میں ہوتا رہے گا کوئی بھی دوسرا بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ جو حدیث ہے کہ ہر صدی کے آخر میں مجدد ہوتا ہے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے بارہا میں نے سنا کہ لوگوں کو یہ ٹھوکر لگ گئی کہ مجدد ایک آدمی ہوتا ہے ایک آدمی مجدد نہیں ہوتا بلکہ ایک آدمی کے ساتھ اللہ جماعت پیدا کر دیتا ہے جس میں ہر شعبہ زندگی کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شعبہ زندگی میں وہ دین کی خدمت کرتے ہیں تو وہ جماعت جو ہے وہ تجدید کا کام کرتی ہے ایک فرد کام نہیں کر سکتا یہ الگ بات ہے کہ اس جماعت کا امیر یا اس کا سربراہ یا اس کا شیخ کوئی ایک ہو گا تو نام ایک کا آئے گا لیکن ایک آدمی کام نہیں کرتا کام ہمیشہ جماعت کرتی ہے تو اگر کوئی کسی جماعت میں ہے اور اچھا کام کر رہا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دوسرے کمزور ہیں تو اسے دوسروں پر طنز کرنے کی بجائے دوسروں کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

اگلے روز مجھے ایک خط ملا کسی ساتھی کا کہ ساتھیوں میں تبلیغی جماعت کے خلاف کوئی ناپسندیدگی پائی جاتی ہے میں نے کہا بھئی ہم نے تو کبھی کسی کو ناپسند نہیں کیا ہمارے تو بے شمار ساتھی سارا سال تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگاتے رہتے ہیں بلکہ ہم لوگوں کو کہتے ہیں کہ بھئی کچھ تھوڑا بہت وقت جو بچے لگا آؤ کم از کم بنیادی دینی باتیں سیکھ جاؤ گے طریقہ سیکھ جاؤ گے مفت میں تربیت مل جائے گی تو دوسری بات میں نے اسے لکھی کہ آپ یہ ضرور سوچ لیجئے کہ تبلیغی جماعت ایک باقاعدہ جماعت نہیں ہے جہاں سے دو چار آدمی اٹھ کر چل پڑتے ہیں وہ تبلیغی جماعت ہی

بن جاتے ہیں اب انہیں ان کی تربیت ہوئی ہے یا نہیں انہیں کسی نے کچھ سکھایا ہے یا نہیں ان کی اپنی سوچ کی اصلاح ہوئی ہے یا نہیں تو وہ کچھ ایسی باتیں ضرور کہہ دیتے ہیں یا کر دیتے ہیں جو پسند نہیں کی جاتیں اور وہ ناپسندیدگی کی جو وبا ہے وہ تبلیغی جماعت کے سر بھیج دی جاتی ہے کہ یہ تبلیغی جماعت والے ایسا کرتے ہیں ہوتا یہ ہے کہ خود وہ لوگ شاید کبھی انہیں تبلیغی جماعت کے ساتھ زندگی میں پہلے سفر کیا ہے یا نہیں یا پھر دوبارہ پتہ نہیں وہ باہر نکلیں گے یا نہیں تو اس طرح کی باتیں ہر جگہ ہوتی ہیں ہمارے ساتھ بھی ایسے لوگ ہیں جو عمریں ذکر کرتے بیت گئی پھر غلطیاں بھی کرتے ہیں آدمی فرشتہ تو نہیں بن جاتا۔ لیکن اس سے جو غلطی ہوتی ہے وہ تبلیغی جماعت کا ہے یا اسلامی جماعت کا ہے یا کسی اور دوسرے سلسلے کا ہے یا اپنے سلسلے کا ہے تو جو غلطی ہوتی ہے اس غلطی کی اصلاح کی کوشش کرنا تو دین داری ہے لیکن اسے اس غلطی کا جواز بنا کر پوری جماعت پر الزام تھوپنا یا پورے طریقے کو بدنام کرنا یا پورے سلسلے پر کیچڑ اچھالنا یہ کوئی دیانت داری ہے اور نہ یہ کوئی دینی خدمت ہے لوگ اگر غلطی کرتے ہیں کوتاہی کرتے ہیں تو حق یہ ہے کہ اگر بندے کو ان سے محبت ہو تو وہ چاہے کہ انہیں پیار سے صحیح راستہ بتائے اور ان کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کرے کہ آپ محنت تو کر رہے ہیں اور اس محنت اور اس وقت کا جو لگایا محنت بھی کی اور کام صحیح طریقے سے نہ ہوا تو پھل تو نہیں آئے گا تو آپ اس کو اس صحیح طریقے سے کریں اس کی خیر خواہی میں اور اس کی محبت میں یہ کہا جائے تو یہ تو ہے دین داری تو ویسے کسی پر کیچڑ اچھالنا یہ کوئی نہ دین داری ہے اور نہ دیانت داری ہے نہ کسی ایک فرد کے عمل کی وجہ سے اس پوری جماعت کو بدنام کرنا کوئی دانش مندی ہے سارے لوگ دین کا کام کر رہے ہیں مختلف شعبوں میں تبلیغی جماعت والے اپنی جگہ کر رہے ہیں جماعت اسلامی والے اپنی جگہ۔ ہم جماعت اسلامی سے خفا تو ہوتے ہیں لڑتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سوچتے کہ پوری دنیا میں پوری نئی نسل کو ایک دفعہ اسلام سے روشناس جماعت اسلامی نے کرایا پوری دنیا میں یہ جو نیا طبقہ آ رہا تھا سکولوں اور کالجوں کا پڑھا ہوا جن تک دین کا پہنچنا ممکن نہیں تھا ان تک دین پہنچانے کا کام اللہ کریم نے مولانا مودودی اور ان کی جماعت سے لے لیا تو ہو سکتا ہے اس میں انہوں نے کچھ ایسی باتیں بھی کی ہوں جو کسی دوسرے کو پسند نہ آئیں لیکن مجموعی حیثیت سے سارے اس کیے دھرے پر پانی پھیر دینا تو کوئی اچھی بات نہیں پھر ایک شعبے کا کام انہوں نے کیا دوسرے کا تبلیغی جماعت والے کر رہے ہیں اب کوئی ضروری تو نہیں کہ سارا لٹریچر اگر جماعت اسلامی نے دیا ہے تو اسے کنڈم کر کے تبلیغ کی جا سکتی ہے تبلیغی جماعت کا اپنا دائرہ کار ہے۔ وہ اپنے اس میں کام اس اپنے دائرہ کار کے اندر کر رہے ہیں۔ ہم اللہ اللہ کراتے ہیں تو ہمارا ایک اپنا دائرہ کار ہے تو اگر کوئی شخص جماعت اسلامی سے سیاست سیکھ لے تبلیغی جماعت سے تبلیغ سیکھ لے ہم سے ذکر سیکھ لے تو میں تو سمجھتا ہوں وہ آدمی ہر طرح فائدے میں رہا کہ اس نے بہت سے اداروں سے بہت سی چیزیں حاصل کر لیں کسی بھی کارخانے میں کوئی چیز آپ بنتی دیکھیں کوئی کاپلہ بنا رہا ہے کوئی نٹ بنا رہا ہے کوئی اس کے بولٹ بنا رہا ہے کوئی چھت بنا رہا ہے کوئی فرش بنا رہا ہے کوئی ٹائر بنا رہا ہے تو بڑی دور جا کر ایک گاڑی آپ کو نظر آتی ہے لیکن وہ سارے کاریگر جو لگے ہیں وہ بنا گاڑی ہی رہے ہیں ہر ایک کا ایک ایک شعبہ ہے اپنے اپنے شعبے کا وہ کام کر رہا ہے۔ تو دینی جماعتوں میں بھی علمائے حق نے جو ایک امتحان لکھا ہے ہر آدمی کا وہ یہ ہے کہ للہیت کی آزمائش اس طرح ہوتی ہے کہ دوسرے آدمی کو بھی دین کا کام کرتے ہوئے دیکھ کر خوشی ہو جو آدمی خود دین کا کام کر رہا ہے اور کوئی دوسرا بھی وہی کام کرنا شروع کر دے تو اسے خوشی ہو پھر تو وہ کام اللہ کے لیے کر رہا ہے لیکن خود کر رہا ہے دوسرا کوئی کرنا چاہے تو اسے روکے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دین کے اس پردے میں بھی اپنی شہرت کے لیے کام کر رہا ہے دین کے لیے

نہیں کر رہا یہ اس کے خلوص کی پہچان ہے کہ دوسرا کوئی دین کا کام کر رہا ہو تو اسے وہ ٹوکے اگر تو پتہ چلے گا کہ یہ دین کے پردے میں اپنی شہرت چاہتا ہے اب اسے فکر لگ گئی کہ کوئی اور بھی اس شہرت میں شامل ہو جائے گا۔ تو احیائے علوم میں یہ پہچان لکھی ہے مولانا نے کہ دوسرے کو دین کا کام کرتے دیکھ کر جسے خوشی ہو وہ اللہ کے لیے کام کر رہا ہے اور اگر دوسرے کو دیکھ کر اسے غصہ آ جائے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دین کو بھی اپنی شہرت کا سبب بنائے گا تو یہ مختلف شعبوں میں مختلف افراد یا مختلف ادارے یا مختلف جماعتیں کام کر رہی ہیں ہو سکتا ہے کہ کہیں کوئی خواہ مخواہ اس پہ ناک بھوں چڑھائیں اگر کوئی بات پسند نہیں تو اس سے یہ آپ دعا کیجئے کہ اللہ ان کی بھی اصلاح کر دے تو جو دین کا کام تو کر رہے ہیں تو اللہ انہیں مزید اچھے طریقے سے کرنے کی توفیق دے دے اور مسلمان کے دل میں تو کم از کم مسلمان کے دل میں مسلمان کے لیے تو کوئی ہمدردی اور درد ہونا چاہیے کہ اس کی کوتاہی یا اس کی لغزش پر بجائے نفرت اچھالنے کے کوئی تھوڑی سی ہمدردی پیدا ہو کوئی تھوڑی سی رحم کا جذبہ پیدا ہو کہ یہ بھی میرا بھائی ہے اور یہ بے چارے کا نقصان ہو رہا ہے تو اس کی کوئی مدد ہو سکے تو کیا جائے۔

سوال: یہ بھی بڑا سادہ سا سوال ہے کہ برزخ میں جو غیر راسخ مقامات ہیں وہ بھی کام آئیں یا راسخ مقامات کام آئیں گے؟

جواب: یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے مقام تو غیر راسخ راسخ کوئی نہیں ہوتے راسخ ہی ہوتے ہیں اور ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی آدمی طالب علم ہوتا ہے یا وہ پہلی دفعہ ایک پیرہ گراف اسے سبق پڑھایا جاتا ہے تو کسی لفظ کا معنی آتا ہے کسی کا نہیں آتا کسی کا تلفظ صحیح ہوتا ہے کسی کا صحیح نہیں ہوتا پھر وہی اس کا فاضل بن جاتا ہے اور دوسروں کو پڑھا رہا ہوتا ہے تو یہ تو ہوتا ہے جہاں تک برزخ کا تعلق ہے تو قلب ذاکر ہو جائے تو یہ ٹکسال ہے برزخ کی اور ذکر الٰہی برزخ کا سکہ ہے ہر ملک کا ایک سکہ ہوتا ہے رائج الوقت اور برزخ کا یہ سکہ ہے اور دنیا میں بھی اعمال میں بھی خلوص پیدا کرتا ہے اسی لیے جتنا بھی جو بھی نصیب ہو ضائع نہیں ہوتا ان اللہ لایضیع اللہ کسی کی محنت کسی کے عمل کسی کی نیکی کو ضائع نہیں فرماتا اور اللہ کا نام جو ہے یہی سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی دولت ہے۔۔

سوال: اور یہ تصور رہتا ہے کہ جس لطیفے پر کہا گیا ہے اسی پر ذکر ہو رہا ہے تو کیا برکات کم ہو جائیں گی۔

جواب: کیا بچگانہ باتیں کرتے ہو بھئی میاں سادہ سادہ سی باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر یہ توجہ نہیں رہے گی تو کسی اور طرف توجہ چلی جائے گی تو پھر واقعی برکات کم ہوں گی یہی تو توجہ رکھنی ہے کہ اللہ ھو کی طرف پوری توجہ دے کم از کم ذکر کے دوران۔

سوال: برزخ میں ساتھی کا سلسلے سے کیا تعلق رہتا ہے؟

جواب: میرے بھائی ایک دفعہ میں پڑھ رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام سے کہا گیا کہ یہ بہت کوئی پرانی قبر تھی کہ اسے اٹھایئے انہوں نے دعا کی وہ بندہ اٹھا تو وہ کوئی ساز بجا رہا تھا مجھے وہ ساز اب یاد نہیں غالباً" کوئی سارنگی تھی یا اس طرح کا کوئی تھا ساری زندگی وہ کوئی سازندہ تھا تو جیسے اٹھا تو وہ ساز بجا رہا تھا جو کام آپ زندگی بھر کرتے ہیں اس کا تعلق برزخ میں اس طرح سے رہتا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ بھئی تم چاہتے ہو تمہارے لئے دعا کروں کہ تمہیں دوبارہ دنیا میں رہنے کی فرصت اور زندگی مل جائے تو اس نے عرض کی کہ مجھے پہلی موت کی تلخی ابھی تک نہیں بھولی دوسری زندگی پھر دوبارہ مجھے موت سے گذارے گی تو آپ از راہ کرم مجھے بھیجئے آپ علیہ السلام نے دعا کر کے واپس بلایا اسی طرح دعا کر کے وہاں بھجوائیں کہ مجھے صدیاں بیت گئی ہیں مرے ہوئے لیکن موت کی تلخی ابھی تک میں بھول نہیں سکا کہ میں دوبارہ اس طرف نہیں آنا چاہتا۔ آدمی جو بھی کام جس لگن سے کرتا ہے موت کے بعد اس کا وہ تعلق اس

سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے کیونکہ زندگی میں تو اور جسمانی ضرورتیں مادی ضرورتیں مادی مصروفیات اس رشتے میں بھی کسی حد تک وہ حارج رہتی ہیں اور موت کے بعد تو سارا معاملہ مادی ضروریات کا ختم ہو جاتا ہے۔ تو اگر کوئی دنیا میں جوئے والوں کے پاس بیٹھتا ہے شراب خانے میں بیٹھتا ہے برائی میں بیٹھتا ہے تو مرنے کے بعد اس کا تعلق ان سے ٹوٹتا نہیں بلکہ وہی اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے جو ان کے ساتھ کیا جانا چاہیے اور حشر میں بھی انہی کے پاس کھڑا ہونا پڑے گا۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کفار سے ظاہری مشابہت سے بھی منع فرمایا اور قلبی تعلق سے بھی وہاں سے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص جس سے مشابہ ہو گا اسی کے ساتھ اس کا حشر بھی ہو گا جن لوگوں کے ساتھ اس کی قلبی رغبت ہو گی اور ان کی مشابہت اختیار کرے گا ومن تشبها بقوم فهو منهم - او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اسی کے ساتھ اس کو میدان حشر میں بھی کھڑا کیا جائے گا۔

سوال: شیخ کی توجہ کا کمال کیا ہوتا ہے؟

جواب: میرے بھائی شیخ کی توجہ کا کمال یہ ہوتا ہے کہ اگر شیخ کی توجہ نہ ہو تو آپ ساری زندگی لگا کر بھی ایک لطیفہ قلب روشن نہیں کر سکتے تو شیخ کی توجہ کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ ریفلیکشن سے یا انعکاس سے اسے روشن کر دیتا ہے اس لیے کہ شیخ بھی امین ہوتا ہے کہ کسی نے اس کے لطائف کو اس طرح سے روشن کیا ہوتا ہے اور یہ دولت آتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اسی لیے آپ جس طرح حدیث کی روایت کا ہوتا ہے سلسلہ اسی طرح تمام سلاسل کا شجرہ جو آپ دیکھتے ہیں تو یہ ایک طرح سے روایت ہے کہ کس نے کہاں سے یہ توجہ حاصل کی اس نے کہاں سے کی اس نے کہاں سے کی تو جس طرح روایت حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں اسی طرح تمام یہ جو شجرے کہے جاتے ہیں یا سلاسل کہے جاتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اس لیے پہنچتے ہیں کہ کہ وہ پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس نے اکتساب فیض کیا پھر اس سے آگے کس نے کیا اس سے کس نے کیا تو شیخ کے پاس بھی یہ امانت ہوتی ہے اور یہ شیخ ہی کی توجہ ہے بلکہ کرامات کے باب میں علمائے حق لکھتے ہیں کہ اگر کسی کی توجہ سے کسی ایک فرد کو احدیت نصیب ہو جائے تو جاہل ہے جو اس سے مزید کسی کرامت کا طالب ہو کہ اس سے بڑی کسی کرامت کا تصور ممکن نہیں۔

(ضلع وہاڑی) حلقہ ہائے ذکر

ہر ماہ کا تیسرا جمعۃ المبارک

بعد نماز جمعہ

۱۔ ماہانہ ضلعی اجتماع بسم اللہ مسجد نزد چونگی نمبر۵ بوریوالہ ضلع وہاڑی

روزانہ بعد از نماز مغرب

۲۔ جامعہ انوار العلوم چک نمبر ای۔ بی / ۱۳۲ تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

۳۔ بسم اللہ مسجد چونگی نمبر۵ بوریوالہ ضلع وہاڑی

۴۔ جامع مسجد چک نمبر ای۔ بی / ۲۰۱ تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی

MONTHLY AL - MURSHED

Reg. No. 8607

1994 JANUARY

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر

حصّہ دوم بھی چھپ چکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اُس مُقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک مُنفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ،
کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت: ۱۲۰ روپے

AWAISIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE : CODE 54770 PHONE : 844909